ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
29
16 تا 22 شعبان المعظم 1432ھ / 19 تا 25 جولائی 2011ء

اس شمارے میں

طالبانِ افغانستان کی خدمت میں......

عذاب الٰہی

تصورِ خلافت کے احیاء کی ضرورت (ii)

ارضِ وطن کا نوحہ اور آخری پیغام

باطل سے تصادم کا مرحلۂ اول: صبر محض

امیر تنظیم اسلامی کی حلقہ لاہور کے رفقاء سے ملاقات

دینی مدارس کی اہمیت اور عصری تعلیم

مکتبِ عشق

ابھی تو آغاز ہے!

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

وسعتِ نظریہ

اسلام مادی تہذیب اور اس کے نئے فنون کی فراہم کردہ سہولتوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا۔ وہ طیباتِ دنیا سے مستفید ہونے اور مادی تہذیب کے پیش کردہ زمینی خزانوں سے فائدہ اٹھانے سے بھی نہیں روکتا۔ اسلام میں اس روحانی رہبانیت کا کوئی تصور نہیں ہے جو یورپ میں کلیسا نے پیدا کی تھی، تاکہ اس کے ذریعے رومی طرزِ زندگی کی لذت کوشیوں کا مقابلہ کیا جا سکے یا زیادہ صحیح الفاظ میں زندگی کا سامنا ہونے سے گریز کیا جا سکے۔

اسلام طیباتِ دنیا سے مستفید ہونے سے نہیں روکتا، نہ وہ مادی تخلیقات اور ان تخلیقات سے فائدہ اُٹھانے کے وسائل کو باطل قرار دیتا ہے بلکہ وہ تو ان تمام امور کو انسان کا فرض قرار دیتا ہے۔ خلافت کے معنی ہی یہ ہیں کہ انسان دنیا کے تمام معاملات کو درست کرے، اس کی بہتر اشیاء سے فائدہ اٹھائے، اس میں پوشیدہ خزانوں کا پتہ چلائے اور طیباتِ دنیا سے مستفید ہو۔ مگر یہ سب کچھ اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے اور اللہ کی عبادت اور شکر کے ساتھ ہو، اور اس امر کا اعتراف ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی بھلائی کے لئے اس کے نفس کی قوتوں اور زمین کے پوشیدہ خزانوں کو اس کے تابع بنا دیا ہے۔

اسلام کے بنیادی تصورات
سید قطب شہیدؒ

الہدیٰ (472)

سورۃ یونس

(آیات:22،23)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا
رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ
اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ
اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؗ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

’’وہی تو ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم نرم جھونکوں) سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ (اے اللہ) اگر تو ہمیں اس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے) بہت ہی شکر گزار ہوں۔ لیکن جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو! تمہاری شرارت کا وبال تمہاری ہی جانوں پر ہو گا تم دنیا کی زندگی کے فائدے اُٹھا لو پھر تم کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت ہم تم کو بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

اللہ ہی ہے جو تمہیں خشکی اور دریا دونوں میں سیر کرواتا ہے۔ گویا قانونِ قدرت کے مطابق خشکی اور پانی کے سفر کے لیے سواریوں کا انتظام کر دیا گیا ہے، جو لوگوں کو لے کر چل رہی ہیں۔ یہاں تک کہ جب تم کسی کشتی میں سوار ہوتے ہو اور کشتی خوشگوار اور موافق ہوا میں چل رہی ہو، تو سوار بہت خوش ہوتے ہیں۔ پھر اچانک ایک جھکڑ چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ تیز ہوا چلنے لگتی ہے۔ پانی سے پہاڑ جیسی موجیں اُٹھ کر کشتی کی طرف آنے لگتی ہیں، اور سوار یہ یقین کر لیتے ہیں کہ اب تو ہمارا وقت آ گیا اور ہم گھیر لیے گئے۔ جب یہ خوفناک حالت ہوتی ہے تو ایسے وقت میں وہ اپنی اطاعت کو اللہ کے لیے خالص کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ اس وقت انہیں کوئی دیوی دیوتا یاد نہیں آتا۔ سورۃ التوبہ کے دروس کے دوران ہم پڑھ آئے ہیں کہ جب مشرکین عرب کو چند مہینوں کی مہلت دی گئی کہ اس مہلت کے دوران ایمان لے آؤ ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا، تو اس میں یہ optionازخود موجود تھا کہ اگر ایمان نہیں لاتے تو اس سرزمین کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ چنانچہ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی بھاگا۔ وہ سرکش باپ کا بیٹا تھا۔ اُس نے سوچا کہ زبردستی کا اسلام تو میں نہیں لاؤں گا، حبشہ کی طرف ہجرت کر جاتا ہوں۔ چنانچہ جس کشتی میں وہ ملک چھوڑنے کے لیے سوار ہوا اُس کو سخت طوفان نے آ گھیرا۔ اس وقت کشتی میں سوار سب لوگ مشرک تھے مگر اس پریشانی میں وہ سب صرف اللہ کو پکارنے لگے۔ نہ لات کو پکارا نہ عزّیٰ کو اور نہ ہی ہبل اور مناۃ کو پکارا۔ جب عکرمہ نے اُن کی یہ حالت دیکھی تو چونکے کہ جس کو اس وقت سب مشرکین پکار رہے ہیں اسی کو پکارنے کی دعوت تو محمد (ﷺ) دے رہے ہیں۔ چنانچہ واپس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ یہی عکرمہ رضی اللہ عنہ بعد ازاں اسلام کے زبردست مجاہد ثابت ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف جہاد میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ معلوم ہوا کہ انسانی فطرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ صرف ایک ہی ہے باقی سب کچھ محض ملمع ہے۔ ذرا رگڑا لگے تو اتر جاتا ہے اور اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اصل فطرت کے اندر اللہ کی معرفت ہے۔ اسی لیے جب مشکل پڑتی ہے تو مشرکین اپنی اطاعت خالص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اے اللہ اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی تو یقیناً ہم شکر کرنے والے ہو جائیں گے۔

پھر جب اللہ انہیں نجات دے دیتا ہے تو پھر وہ زمین میں ناحق بغاوت اور سرکشی اختیار کرتے ہیں اور اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری اس ساری شرارت، ساری بغاوت کا وبال تمہاری اپنی جانوں پر آئے گا اور یہ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا ساز و سامان برتنے کی چیزیں ہیں جو تم برت رہے ہو۔ پھر ہماری ہی طرف تم سب کو لوٹنا ہے۔ اس وقت ہم تم کو بتلا دیں گے جو تم کرتے رہے تھے۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

16 تا 22 شعبان المعظم 1432ھ — جلد 20
19 تا 25 جولائی 2011ء — شمارہ 29

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

طالبانِ افغانستان کی خدمت میں چند گزارشات

8 اکتوبر 2001ء کو امریکہ نے افغانستان پر فضائی حملوں کا آغاز کیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ چند دنوں میں طالبان کی قیادت کو ختم کر کے امریکی فوجیں اتار دی جائیں گی، جو شمالی اتحاد کے لشکریوں کو ڈھال بنا کر کابل پر قبضہ کر لیں گی۔ منصوبہ پر عمل درآمد ہو گیا، اگرچہ چند دنوں کی بجائے ایک ماہ سے زائد کا عرصہ لگا۔ اِس دوران بم افغانستان کے طول و عرض میں بارش بن کر برستے رہے۔ دعویٰ کیا گیا کہ افغان طالبان کی اکثریت کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور اُن کے مراکز تباہ کر دیئے گئے ہیں۔ اِس پر جہاں امریکہ نے فتح کے شادیانے بجائے، وہاں پاکستان کا سیکولر طبقہ بھی قہقہے لگاتا اور تالیاں پیٹتا رہا کہ کہاں گئی تمہاری اسلامی حکومت اور کیوں نہ اللہ نے اِس اسلامی حکومت کی مدد کی وغیرہ وغیرہ۔ طالبان اور ملاؤں کا نام لے لے کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنا بغض خوب نکالا گیا۔ اگرچہ ہم جانتے تھے کہ نہ افغان طالبان کو شکست ہوئی ہے اور نہ ہی ابھی جنگ ختم ہوئی، یہ تو طالبان نے محض محاذ بدلا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ افغانیوں نے کبھی کسی حملہ آور کا کھلے میدان میں مقابلہ نہیں کیا، اور کیا بھی ہے تو کچھ دیر کے لیے اُسے روکنے کے لیے، تاکہ وہ پہاڑوں کی طرف منتقل ہو کر گوریلا جنگ کے لیے اپنے ٹھکانے بنا سکیں۔ لیکن چونکہ اِس مرتبہ مقابلہ انسانی تاریخ کی عظیم ترین عسکری قوت سے تھا، جو ایسی تباہ کن ٹیکنالوجی سے مسلح ہے کہ ساری دنیا کو ایک وقت میں کئی بار تباہ و برباد کر سکتی ہے، لہٰذا ہمیں بھی تشویش لاحق ہوئی۔ کچھ عرصہ انتہائی اذیت کا گزرا۔ اپنے پڑوس میں مکمل اسلامی نظام کی طرف بڑھتی ہوئی ایک حکومت کے خاتمہ نے ہمارے دل کو بہت دکھی کر دیا، اور ہم شدید کرب کی کیفیت میں تھے۔ اس پر سیکولر عناصر کے طعنے ہمارے لیے سوہانِ روح تھے۔ لیکن امریکہ کا جھوٹ جلد کھُل گیا کہ طالبان کی قیادت ہلاک ہو گئی ہے۔ وہ زندہ سلامت تھی اور گوریلا جنگ کے لیے پہاڑوں میں روپوش ہو گئی تھی۔ پھر گزشتہ دس سال اِن اللہ کے سپاہیوں نے امریکہ کو ہی نہیں، 37 ممالک کی نیٹو فورسز کو کس طرح ناکوں چنے چبوائے، یہ بھی انسانی تاریخ کا ایک معجزہ ہے اور سچی بات یہ ہے کہ افغان طالبان نے فضائے بدر پیدا کی اور پھر فرشتے اُن کی مدد کو قطار اندر قطار اترے۔

اب امریکہ بھاگنے کے راستے ڈھونڈ رہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فرعونیت امریکی قیادت میں جس طرح رچی بسی ہوئی اور ابلیسیت اور دجالیت یہودیت کی صورت میں جس طرح اُن کی پشت پر کھڑی ہے، بھاگتا ہوا امریکہ افغانستان ہی کو نہیں پاکستان کو بھی تباہ و برباد کر کے یہاں سے نکلنا چاہتا ہے۔ اب امریکہ سمجھ چکا ہے کہ وہ طالبانِ افغانستان کو مکمل شکست دے کر افغانستان میں قدم نہیں جما سکتا تو اُس کی جنگی حکمتِ عملی بدل گئی ہے۔ یہ بدلی ہوئی حکمت عملی یقیناً بڑی خطرناک ہے۔ نئی حکمت عملی یہ ہے کہ دو سال میں اپنی فوج کا 75% سے 80% حصہ نکال لیا جائے، لیکن افغانستان کے اندر جو بڑے بڑے اڈے اس نے قائم کر لیے ہیں، جو فوجی چھاؤنیاں بھی ہیں اور اُن میں ایئر بیس بھی ہیں، اِن اڈوں میں 20 سے 25 ہزار فوج رکھی جائے۔ پھر ان اڈوں سے فضائیہ خصوصاً ڈرون حملوں کے ذریعے افغان طالبان پر بمباری کرتے رہیں اور میزائل گراتے رہیں۔ بالفاظ دیگر اب امریکہ گوریلا جنگ لڑے گا۔ جس طرح طالبان حملہ کر کے پہاڑوں میں چھپ جاتے ہیں، اب امریکی جنگی طیارے اور ڈرون تباہی اور ہلاکت پھیلا کر غائب ہو جائیں گے۔ اگرچہ طالبان تو حملہ کر کے نیٹو فورسز کا نقصان بھی کرتے تھے اور مجاہدین میں سے بھی کچھ شہید ہو جاتے تھے، لیکن اِن ہلاکت اور تباہی پھیلانے والے جہازوں اور ڈرون تک تو طالبان کی رسائی ہی نہ ہو گی اور نقصان یکطرفہ یعنی صرف طالبان کا ہو گا۔ لیکن جس طرح قرآن پاک میں اللہ رب العزت فرماتا ہے: (ترجمہ) ''وہ اپنی چالیں چلتے ہیں اور اللہ اپنی چال، اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے۔'' ہمیں یقین ہے کہ طالبانِ افغانستان اِن کی اس چال کا توڑ اللہ کی سجھائی ہوئی چال سے کر لیں گے اور متکبر امریکہ عزت بچانے کی کوشش میں مزید ذلیل و رسوا ہو جائے گا۔ امریکی منصوبہ یہ ہے کہ جب وہ فوجیں نکال لے گا تو طالبان مزید

علاقوں پر قبضہ کرلیں گے یا کم از کم آسانی سے افغانستان میں حرکت کریں گے، پھر انہیں فضائی اور ڈرون حملوں سے شکار کرنا آسان ہوگا۔ اگرچہ طالبانِ افغانستان بہتر جوابی حکمت عملی طے کرسکتے ہیں، لیکن تشویش یہ ہے کہ افغانی گوریلا جنگ تو لڑ سکتے ہیں لیکن جب یوں دشمن اُن کی رسائی سے باہر ہوگا تو وہ جوابی حملہ کس طرح کریں گے — ہماری رائے میں امریکی افواج کے انخلاء کے بعد امریکیوں سے اڈے بھی خالی کروانے تک طالبان کو درج ذیل حکمت عملی اپنانی چاہیے۔

1 کسی علاقہ پر اپنی باقاعدہ حکومت قائم نہیں کرنا چاہیے لیکن امریکہ کی کٹھ پتلی حکومت کے اہلکاروں پر اپنے حملے جاری رکھیں۔

2 نام نہاد افغان حکومت کو زبردست مالی بحران سے دوچار کرنے کے لیے ہر قسم کے اقدام کریں، تاکہ وہ مسلسل امریکیوں پر بوجھ بنے رہیں۔

3 اپنی تمام قوت صَرف کرکے امریکہ کے اڈہ بند فوجیوں کے لیے زمینی ذرائع سے رسد ناممکن بنادیں۔

4 اوپن مارکیٹ سے ایسے راکٹ یا میزائل حاصل کرنے کی کوشش کریں جو کم از کم لینڈ کرتے یا ٹیک آف کرتے طیارے کو نشانہ بناسکیں۔

5 سیٹلائٹ کے ذریعے انٹیلی جنس کا طالبان کے پاس کوئی توڑ فی الحال نہیں ہوگا لیکن انسانی ذرائع سے امریکہ کے لیے انٹیلی جنس کو مکمل طور پر روکنے کی کوشش کریں۔

6 اندرونِ ملک چاہے وہ پختون ہوں یا غیر پختون، اپنے معاملات مذاکرات سے طے کرنے کی کوشش کریں اور تمام غیر پختونوں اور غیر قوموں کو یقین دلائیں کہ دوبارہ اسلامی حکومت کے قیام کی صورت میں کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہوگی بلکہ عام معافی ہوگی۔

7 واضح طور پر اعلان کردیں کہ افغان طالبان کی نئی حکومت صرف اور صرف افغانستان سنٹرک ہوگی، تاکہ امریکہ دنیا کو طالبان کا ڈراوادے کر بلیک میل نہ کرسکے۔

8 افغان طالبان کی نئی حکومت مسلمان ممالک کی طرف بلاتفریق دوستی کا ہاتھ بڑھائے گی۔

9 طالبان کی حکومت اپنے بنیادی اصولوں اور عقائد پر سختی سے قائم رہتے ہوئے عدم مداخلت کی بنیاد پر تمام ہمسائے ممالک خصوصاً اسلامی ہمسائے ممالک سے اچھے تعلقات قائم کرے گی، تاکہ ابلیس امریکہ پاکستان، ایران اور ترکی کو ورغلانے کی کوشش نہ کرسکے۔

10 اپنے اس موقف پر سختی سے قائم رہنا چاہیے کہ جب تک ایک غیر ملکی فوجی بھی افغانستان میں موجود ہے، کوئی مذاکرات نہیں ہوں گے۔

ہمیں یقین ہے کہ اللہ کی مدد سے طالبان افغانستان امریکہ کی نئی حکمت عملی کو بری طرح ناکام بنادیں گے اور شکست خوردہ امریکی جن اپنے زخم چاٹتا ہوا گھر کو لوٹے گا۔ البتہ وہ افغانستان میں اپنی اس شکست کا بدلہ پاکستان سے لے گا، کیونکہ غلط یا صحیح امریکی افغانستان میں اپنی شکست کا ذمہ دار پاکستان کو ٹھہراتے ہیں۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ اور حکومت نے خود تباہی و بربادی کے لیے اپنے آپ کو امریکہ کے آگے ڈالا ہوا ہے کہ جتنا چاہو تباہ و برباد کرلو، تو پھر بچ رہنے کا کیا سوال۔ فارسی کی ضرب المثل ہے خود کردہ را علاجے نیست۔ اسی عنوان سے آئندہ پاکستان اور امریکہ کے تعلقات پر بات ہوگی۔ ان شاء اللہ

بیابہ مجلس اسرار

عذاب الٰہی

قوموں اور اُمتوں پر بحیثیت اجتماعی اس دنیا ہی میں نازل ہونے والے عذابِ الٰہی کی ایک قسم وہ ہے جو رسولوں کی اُمتوں پر ان کی غلط روی اور بداعمالی کے باعث نازل ہوتا ہے۔ یہ عذاب مقدم الذکر عذابِ استیصال سے اس اعتبار سے تو ہلکا ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے قوموں یا اُمتوں کا بالکل خاتمہ نہیں ہوتا، لیکن اس اعتبار سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ یہ وقفہ وقفہ سے مسلسل آتا رہتا ہے۔ اور جب کوئی مسلمان اُمت اس نوع کے عذاب میں مبتلا ہوتی ہے تو اس پر جو کیفیت طاری ہوجاتی ہے اسے منفی طور پر بیان کیا جائے تو وہ اس جہنمی انسان کی سی ہوتی ہے جو قرآن کے الفاظ میں ﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾﴾ (الاعلیٰ) کا مصداق ہوجاتا ہے، یعنی "نہ وہ زندہ ہی رہتا ہے، نہ اسے موت آتی ہے۔" اور اگر اسے مثبت طور پر بیان کیا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ ع "زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا!"

اس قسم کے عذاب کا اصل سبب یہ ہوتا ہے کہ جو قوم کسی رسول اور خاص طور پر کسی صاحب کتاب و شریعت رسول کی اُمت ہونے کی مدعی ہوتی ہے وہ گویا زمین پر اللہ کی نمائندہ ہونے کی دعوے دار ہوتی ہے۔ اب اگر اس کا طرزِ عمل اور رویہ اس کے دعویٰ کے برعکس ہو، اور وہ اپنے انفرادی اخلاق و اعمال اور سیرت و کردار اور اپنی اجتماعی تہذیب و ثقافت اور معاشی و سیاسی نظام میں کتابِ الٰہی کی تعلیمات اور شریعتِ خداوندی کے احکام سے مختلف ہی نہیں متضاد نقشہ پیش کرے تو یہ جرم ناقابلِ معافی ہے، اس لیے کہ اپنے اس طرزِ عمل کے باعث یہ نام نہاد مسلمان اُمت بجائے اس کے کہ خلق اور خالق کے مابین واسطہ (اُمتِ وسط) اور رابطے کا ذریعہ بنے، الٹی حجاب اور رکاوٹ بن جاتی ہے، اور اس کو دیکھ کر اللہ کے بندے اللہ کے دین کی جانب راغب ہونے کی بجائے الٹے اس سے متنفر ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ الصف کی آیات 2،3 میں فرمایا گیا:

"اے ایمان کے دعوے دارو! کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟
تمہارا یہ طرزِ عمل کہ جو زبان سے دعویٰ کرو اس پر عمل میں پورے نہ اُترو، اللہ کے غضب کو بہت بھڑکانے والا ہے!"

اس نوع کے اجتماعی عذاب میں مبتلا ہونے والی اقوام یا اُمتوں کا ایک وصف مشترک، جسے قسمت کی ستم ظریفی ہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، یہ ہے کہ وہ اس زُعم میں مبتلا ہوجاتی ہیں کہ ہم تو اللہ کے بہت چہیتے اور لاڈلے ہیں، اور ہمارا معاملہ دوسرے عام لوگوں کا سا نہیں ہے، بلکہ ہم اللہ کے یہاں خصوصی اور ترجیحی سلوک کے مستحق ہیں۔

قیام خلافت سے پہلے

تصورِ خلافت کے احیاء کی ضرورت (II)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے یکم جولائی 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آج تو یہ عالم ہے کہ ہم بھول ہی گئے ہیں کہ خلافت بھی کوئی شے ہوتی تھی اور اس کی اہمیت اور ضرورت بھی ہے۔ اس سے بڑھ کر ہم یہ بھی بھول گئے ہیں کہ نفاذِ شریعت بھی ہمارے لیے کوئی لازمی شے ہے۔ جو ابلیسی نظام مغرب نے پھیلا دیا، مسلمان بھی اسی میں غرق ہیں۔ 57 اسلامی ممالک میں وہی ابلیسی نظام رائج ہے۔ کہیں تو سود پر قائم سرمایہ داری کی تحفظ دینے والی جمہوریت ہے، اور جہاں جمہوریت نہیں ہے وہاں بھی انہوں نے سودی نظام قائم کر کے دکھا دیا۔ تمام اسلامی ممالک سود میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہر جگہ بے حیائی فروغ پا رہی ہے۔ اب مسلمانوں کو یاد بھی نہیں رہا کہ خلافت بھی کوئی نظام حکومت ہے۔ بس تاریخ کے حصہ کے طور پر محفوظ ہے۔ احیائے خلافت یعنی ہمیں دوبارہ خلافت کی طرف آنا ہے، اس کی کوئی سوچ ہی نہیں ہے، الاّ ماشاء اللہ۔ ہمارے ہاں معاشی سطح پر ترقی یا زوال کو جانچنے کے لیے خود احتسابی کا معاملہ بجٹ کے موقع پر ہوتا ہے کہ مالی اعتبار سے ہم نے اس دوران کتنی ترقی کی! انڈسٹری آگے گئی کہ پیچھے آئی؟ زراعت کہاں سے کہاں گئی؟ کیا کبھی اس اعتبار سے بھی خود احتسابی کی گئی ہے کہ نفاذِ شریعت میں پچھلے سال کے معاملے میں آج ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کبھی اس پر غور ہوا کہ دینِ اسلام کے حوالے سے ہمارا مقام کیا ہے؟ خلافت کا وہ ادارہ جو اسلام کی عظمت کا نشان تھا اور مسلمانوں کی اجتماعیت کا symbol تھا، اس ادارے کی بحالی کے حوالے سے ہم کہاں کھڑے ہیں؟ آج ہماری اکثریت کو یہ معلوم ہی نہیں کہ خلافت ہوتی کیا ہے، کیونکہ جنرل پرویز مشرف دور میں کچھ ایسے دانشور پیدا ہو گئے جن کے مطابق جو مسلمان صاحب اقتدار ہے، بس وہی امیر المومنین ہے۔ گویا پرویز مشرف خلافت کا اعلان کر دیں تو ان کے نزدیک یہی خلافت ہے۔ اپنے آپ کے لیے خلیفہ کا لقب اختیار کر لیں تو خلافت قائم ہو جائے گی۔ ایسی ایسی باتیں بھی چل رہی ہیں۔ چنانچہ نظام خلافت کے احیاء سے پہلے تصور خلافت کا احیا ضروری ہے کہ خلافت کیا ہے۔ اسی حوالے سے یہ سیمینار منعقد کیا گیا۔ تنظیم اسلامی کے شعبہ سمع و بصر کے زیر اہتمام ''خلافت فورم'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ پروگرام ان لوگوں کے لیے ہیں جو یوٹیوب اور انٹرنیٹ سے استفادہ کرتے ہیں۔ وہاں پر بھی ہم خلافت کے موضوع پر مختلف زاویوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ ان سب چیزوں کا حاصل کیا ہے؟

خلافت اصلاً ہے کیا؟

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو بنایا تھا تو اس کی تخلیق سے پہلے ہی مشورہ کرتے ہوئے (بعض علماء کے مطابق جس انداز سے کہا گیا، اس میں گویا مشورہ بھی تھا) یا اپنی آئندہ کی پلاننگ سے مطلع کرنے کے لیے فرشتوں کو بتایا تھا کہ

﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ﴾ (البقرہ:30)

''میں زمین میں (اپنا) خلیفہ بنانے چلا ہوں۔''

خلیفہ کیا ہوتا ہے؟ خلیفہ در حقیقت نائب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض یعنی زمین پر اللہ کا نائب ہے۔ ایک تصور ملوکیت کا ہے۔ ملوکیت میں انسان حاکم ہوتا ہے اور فرد واحد کو قانون سازی کے سارے اختیار حاصل ہوتے ہیں۔ حکمرانی کا سارا معاملہ ایک نسل میں چل رہا ہوتا ہے۔ بادشاہ کو کل اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اور پھر اگلی نسل سارے اختیارات کی حامل ہوتی ہے۔ یہ حکمران جو چاہیں قانون بنائیں، جیسے چاہیں نظام چلائیں، سب کچھ ان کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس نظام خلافت میں انسان حاکم نہیں ہے، قانون ساز نہیں ہے۔ حکمران اللہ ہے، انسان محض اس کا نائب ہے اور نائب کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آقا کے قانون کو نافذ کرے۔ زمین پر اللہ کی حکومت ہو اور مسلمان اس کو قائم کرنے والے ہوں۔ زندگی کے ہر گوشے میں اللہ نے قانون دے دیا ہے۔

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ﴾ (المائدۃ:3)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔''

اس پورے دین کو اجتماعی سطح پر نافذ کرنا اب مسلمانوں کا کام ہے۔ یہ نائب کا کام ہے۔ حکمرانی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جو مالک اور خالق ہے۔ یہ ہے تصور خلافت! علامہ اقبال نے بڑے سادہ انداز میں کہا تھا کہ ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اب اِسی تناظر میں دیکھئے۔ ملوکیت میں حکمران، کل اختیار کا مالک، قانون سازی کا مالک، قانون کا اختیار رکھنے والا ہوتا ہے۔ جمہوریت میں بھی عوام کی اکثریت، کل اختیار کی مالک، قانون سازی کی مالک، قانون کا اختیار رکھنے والی ہوتی ہے۔ ان دونوں نظاموں کے مقابلے میں خلافت میں انسانوں کے لیے حکمرانی ہے ہی نہیں۔ ع ''حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری''۔ خلافت اللہ کے دین اور قانون کو اُس کی زمین پر نافذ کرنا ہے۔ نظام خلافت سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی بادشاہ بن جائے اور لوگوں پر اپنا نظام نافذ کرے اور سر پر خلیفہ کی ٹوپی رکھ کر بیٹھ جائے۔ یا پھر کوئی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سارے اختیارات کا مالک بنا بیٹھے اور خود کو خلیفہ کہلوائے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر کوئی ہم میں سے حکمران ہو جو یہود و نصاریٰ کے ایجنڈے کی تکمیل پر مامور ہو اور سر پر خلافت کی ٹوپی سجا لے، جیسا کہ دانشور طبقہ کہتا رہا کہ یہی امیر المومنین ہیں، یہی خلیفہ ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ''مسئلہ خلافت'' کے نام سے خلافت کے موضوع پر بہت زبردست علمی کتاب لکھی ہے۔ خلافت کی حقیقت کے حوالے سے اِس میں سے ایک اقتباس آپ کو پڑھ کر سنا رہا ہوں۔ فرماتے ہیں:

''قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں نوعِ انسانی کی ہدایت و سعادت کے لیے ایک خاص ذمہ دار قوم و حکومت قائم ہو۔''

حکمرانی قائم کی جائے گی لیکن صرف اللہ کی۔ ایک نظامِ حکومت قائم کیا جائے گا، جس میں ایک سربراہ ہوگا، ایک امیر ہوگا۔ لیکن اُس کا کام کیا ہے؟

''وہ اللہ کی عدالت کو دنیا میں نافذ کرے۔ ظلم و جور اور ضلالت و طغیان سے اُس کی زمین پاک ہو جائے۔''

ابلیس کا اس نظام میں کوئی مقام نہیں ہے۔ وہ راندۂ درگاہ ہے۔ ضلالت و گمراہی کی جتنی صورتیں آج پوری دنیا پر ابلیسی نظام کی شکل میں مسلط ہیں، اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے نفاذ سے ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔

''ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیت پوری دنیا میں پھیل جائے۔''

یہ صرف الفاظ نہیں ہیں، دورِ خلافت راشدہ میں یہی کچھ ہوا تھا۔ چشمِ فلک نے بھی اور انسانوں کی نگاہوں نے بھی وہ نظام دیکھا ہوا ہے۔

''اور اللہ کا وہ ہمہ گیر قانونِ عدل جو تمام کائنات ہستی میں سورج سے لے کر زمین کے ذرات تک نافذ و قائم ہے اور جس کو قرآن اپنی زبان میں صراطِ مستقیم سے تعبیر کرتا ہے، زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے پر جاری و ساری ہو کر کرۂ ارضی کو سعادت و امنیت کی ایک بہشت زار بنا دے۔''

یہ ہے نظامِ خلافت!

چنانچہ جب ہم بات کرتے ہیں خلافت کی اور نظامِ خلافت کی — جیسا کہ تنظیم اسلامی کا سلوگن بھی ہے: تنظیم اسلامی کا پیغام، نظام خلافت کا قیام — تو اس سے مراد کیا ہے؟ خلافت تو عباسیوں کی بھی تھی جس کے آخری دور میں دنیا پرستی اور لذت پرستی عام ہوگئی تھی۔ پھر تاتاریوں کا سیلاب آیا تو کروڑوں مسلمانوں کو قتل کرتے ہوئے انہوں نے بغداد میں جا کے ڈنڈا گاڑا۔ کہنے کو تو وہ بھی خلافت تھی۔ دراصل نظام خلافت اپنی صحیح ترین شکل میں، جو ہمارے لیے رول ماڈل ہے، وہ دورِ خلافت راشدہ ہے۔ اس دور کا آغاز خود نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ وہ نظام آپؐ قائم کر کے رخصت ہوئے تھے۔ چنانچہ خلافت فورم میں بھی مجھ سے ایک سوال کیا گیا تھا کہ: کیا حضور ﷺ کو پہلا خلیفہ کہنا صحیح ہوگا؟ میں نے وہی جواب دیا جو مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب میں دیا تھا۔ حقیقت کے اعتبار سے خلافت راشدہ میں خود نبی ﷺ کا دور شامل ہے، کیونکہ نظام تو آپؐ نے قائم کیا تھا۔ اس موقع پر مجھے والد محترمؒ کی وہ مثال یاد آرہی ہے کہ جیسے ایک کلی ہوتی ہے، کلی میں پورا پھول موجود ہے لیکن اس کو کھلنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ وہ کلی حضور ﷺ چھوڑ کر گئے تھے۔ اس نے کھِل کر پھول کی شکل اختیار کی۔ دورِ خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں اس کی برکات پورے طور پر سامنے آئیں۔ نظام خلافت میں محکمہ جاتی معاملات کیسے ہوں گے؟ فوری انصاف کن بنیادوں پر کیا جائے گا؟ انسانوں کے حقوق کیا ہیں؟ ریاستی ذمہ داری کس کس اعتبار سے ہے؟ یہ ساری چیزیں کھل کر سامنے آئیں۔ یہ سب پوٹینشل اس میں موجود تھا۔ دراصل حضرت محمد ﷺ کی یہ حیثیت کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، اتنی غالب اور نمایاں ہے کہ باقی تمام حیثیتیں اس کے تابع آجاتی ہیں۔ چنانچہ لفظ ''خلیفہ'' کا اطلاق ہم نبی ﷺ پر اس لیے نہیں کرتے کہ رسول کا مقام تو سب سے اونچا ہے، لہٰذا ہم اسی سے کیوں نہ مخاطب کریں اور اسی کے حوالے سے کیوں نہ آپؐ کا ذکر ہو! ''خلیفہ'' کا لفظ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔ انہوں نے بھی ایک حکومت قائم کی تھی اور اللہ کا ایک نظام قائم کیا تھا۔ اس زمین پر وہ اللہ کے نمائندے تھے۔ چنانچہ قرآن نے الفاظ استعمال کیے:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ﴾

(سورۃ ص:26)

''اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر اپنا نائب بنایا ہے۔''

میں سمجھتا ہوں کہ خلیفہ اعلیٰ اور اللہ کے حقیقی نائب اگر کوئی تھے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپؐ پر دین کی تکمیل ہوئی اور آپؐ نے دین کو بالفعل قائم و غالب فرمایا۔

نظام خلافت کے حوالے سے آج کل بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسلامی نظام کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ جب یہ قائم ہوگا تو کچھ پابندیاں ہوں گی، کچھ جبر ہوگا، زبردستی نماز پڑھائی جائے گی۔ ایک جبر کی حکومت میں شاید انسانی حقوق minimize ہو جائیں گے۔ اس قسم کا ایک تصور خلافت کا سامنے آتا ہے۔ دیکھئے، جب نظام خلافت قائم ہوا تو وہ کیا تھا۔ نماز، روزہ تو انسان کا انفرادی معاملہ ہے۔ البتہ اجتماعیت کے حوالے سے باجماعت نماز کے لیے یقینی طور پر مسلمانوں کو مجبور بھی کیا جائے گا۔ پھر یہ کہ منکرات کا اور شیطان کے ہتھکنڈوں کا راستہ بند کرنا ہوگا جبکہ خیر، بھلائی اور نیکی کے راستوں کو کشادہ کرنا ہوگا۔ اس کے لیے ماحول سازگار بنانا ہوگا۔ اس سے بھی اوپر نظام خلافت کی اصل برکت درحقیقت انسانوں کو واقعتا ان کے بنیادی حقوق دینا پڑیں گے۔

آج کا جمہوری نظام ایک فراڈ ہے اور اس کا مقصد سرمایہ دارانہ نظام کو تحفظ دینا ہے۔ اس میں سرمایہ دار مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ دوسرے لوگ غریب سے غریب تر۔ حقیقی انصاف دینے والا واحد نظام اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اسی سے ہر سطح پر امن و امان قائم ہوتا ہے۔ اسی سے خوشحالی بھی آتی ہے۔ اسلام سے پہلے ہیومن رائٹس کا کوئی تصور نہیں تھا۔ لوگوں کو انسانی حقوق کا پتا اُس وقت لگا جب پہلی مرتبہ اللہ کا دین قائم ہوا۔ اس سے پہلے تو ملوکیت تھی۔ سارے حقوق صرف بادشاہ کے ہوتے تھے۔ غلبۂ اسلام کے بعد معلوم ہوا کہ ہر شخص کے حقوق ہیں۔ ہر شخص کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے، چاہے وہ

مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ ہر شخص عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے، چاہے اس کا کیس خلیفہ ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ دورِ خلافت راشدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ایک موقع پر عدالت میں پیش ہونا پڑا۔ ایک اور موقع پر خلیفہ نے قاضی کی سرزنش بھی کی تھی کہ تم نے مجھے یہاں بیٹھنے کو کہا ہے حالانکہ دوسرے فریق کو کھڑا کیا گیا ہے۔ وہیں مجھے بھی کھڑا کرو۔ یہی معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ وہاں تو قاضی نے فیصلہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف دے دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا تھا کہ فلاں یہودی نے میری زرہ چوری کی ہے، اس پر میرا حق ہے۔ جو شخص دعویٰ کرتا ہے، گواہ اور ثبوت پیش کرنا بھی اسی کے ذمہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے دو گواہ پیش کیے۔ قاضی نے کہا کہ ان میں سے ایک کی گواہی قبول نہیں کیونکہ وہ آپ کا اپنا بیٹا ہے۔ اسلامی قانون میں باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی قبول نہیں ہے۔ گویا دوسرا گواہ نہیں تھا، اس لیے مقدمہ خارج کر کے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا گیا۔ یہودی کو پتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں۔ چنانچہ اُس نے اسلام کا یہ انصاف دیکھ کر فوراً کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں سب قانون سے بالادست ہیں۔ سرمایہ دار طبقہ بھی بالادست ہو جاتا ہے، الا ماشاء اللہ کہ احتساب کی زد میں آ جائے۔ کوئی حکومت کے اندر یا اس کا اتحادی ہو تو وہ بھی قانون سے ماورا ہے۔ یہ بدترین اور گلا سڑا نظام ہے جس کو ہم سینے سے لگائے بیٹھے ہیں، جبکہ اعلیٰ ترین نظام جو اللہ نے دیا اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

بہرکیف اس حوالے سے آخری بات یہ کہوں گا کہ خلافت کا ایک تصور آفاقی خلافت کا بھی ہے، کیونکہ جب خلافت کا آغاز ہوا تھا تو اس وقت مسلمان ایک وحدت تھے۔ ایک امیر کے تحت تھے۔ یہ وحدت بھی قائم ہو گی لیکن وہ سفر ابھی بہت لمبا ہے۔ اس کے آغاز کے لیے ہر مسلم ملک کو پہلے اپنے ہاں اللہ کے دین کو قائم کرنا ہو گا۔ یہ نقطۂ آغاز ہے۔ خلافت کا احیا کرنا ہے تو سب سے پہلے ہم پاکستان میں اللہ کی شریعت کو نافذ اور قائم کریں گے۔ اس سرزمین پر جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اللہ کا قانون نافذ کریں گے۔ یہ پہلا قدم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے!

[مرتب: محمد خلیق]

☆☆☆

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (حدیث)

رمضان المبارک کے موقع پر مکتبہ خدام القرآن لاہور کی خصوصی پیشکش

بیان القرآن CDs

2-CDs میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ اور مختصر تشریح

MP3

مقرر:
ڈاکٹر اسرار احمد
بانی تنظیم اسلامی و مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

رمضان المبارک اور عید الفطر کے موقع پر "اپنوں" کو
بیان القرآن CDs
کا بہترین تحفہ دیجیے

صرف 30 روپے میں

لاہور کے لیے کوریئر چارجز 40 روپے (کل 70 روپے فی سیٹ ارسال کریں)
بیرون لاہور کے لیے کوریئر چارجز 70 روپے (کل 100 روپے فی سیٹ ارسال کریں)

نوٹ: یہ پیشکش صرف عید الفطر تک ہے (اسٹاک محدود ہے)

مکتبہ خُدّام القُرآن قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501 (42-92) ای میل: maktaba@tanzeem.org

معمارِ پاکستان نے کہا

قائد اعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو نئی دہلی میں ایک بیان دیا جس میں انہوں نے کہا کہ

"میں جانتا ہوں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ اسلامی ضابطۂ قوانین جانشینی (خلافت) کے بارے میں نہایت منصفانہ، نہایت عادلانہ، نہایت جدید اور نہایت ترقی پذیر ہے۔ اس لیے میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس کے تحت زندگی گزارنے کی اجازت ہونی چاہیے۔" (22 نومبر 1938ء)

ارض وطن کا نوحہ اور آخری پیغام

سید عمر فاروق شاہ

لہو سے بھری آج کی یہ سرزمین پاکستان، جہاں انسانی اعضاء تنکوں کی مانند ہواؤں کے دوش پر کبھی تو شہر قائد میں بکھر جاتے ہیں اور مزار قائد سے یہ سوال کرتے ہیں کہ

کیا اسی لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے

اور کبھی پاکستان کے دل لاہور سے بکھرے انسانی اعضاء اور خون سے بہتی گنگا مزار اقبال سے لپٹ لپٹ کر نوحہ کناں ہوتی ہے کہ اے شاعر مشرق ؎ آ کہ اک بار ہمیں پھر سے ضرورت ہے تیری

آج سرزمین پاکستان 1965ء کے ان جانباز اور بہادر سپاہیوں سے پکار پکار کر اپنی بقا کی التجا کر رہی ہے، جنہوں نے ناشتا لاہور میں کرنے کا خواب دیکھنے والوں کو دوپہر اور شام کا کھانا بھی بھلا دیا اور دشمن کے ناپاک قدم دھرتی پر پڑنے نہ دیے۔ سرزمین پاکستان آج کے سپاہیوں، مجاہدوں اور سرحدوں کی حفاظت پر معمور بہادر نوجوانوں سے یہ خطاب کر رہی ہے کہ اے مجاہدو، اے سپاہیو! 1965ء میں تمہارے آباء نے تو دشمن کے تمام ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیئے تھے لیکن اس ارض وطن کا ایک ٹکڑا بھی ناپاک ہاتھوں میں جانے نہیں دیا اور آج دشمن سرحدوں کا سینہ چیر کر 40 منٹ تک تمہارے گھر میں یلغار کرتا ہے اور تم خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہو۔ غم و اندوہ میں ڈوبی سرزمین پاکستان پھر سے اس خطرے سے غمگین اور خوف زدہ ہے جو اس نے 1971ء میں برداشت کیا، اور آج کے حکمرانوں سے یہ کہہ رہی ہے کہ

اے حکمرانو! تمہاری غیرت کیوں مرگئی؟

ہاتھوں میں کشکول لیے غیر کے دروازے کھٹکھٹانے والو!

تمہاری قناعت کہاں گئی؟

تمہارے ضمیر کے پرندے کو اغیار نے کس قید خانے میں مقفل کر ڈالا؟

تمہاری عزت نفس اور خودی کہاں دفن کر دی گئی؟

آج تمہاری جبینیں سجدوں کی لذتوں سے نا آشنا کیوں ہوگئیں؟ آخر کب تک اغیار کے در پر ماتھے ٹیکتے رہو گے؟

شاعر مشرق کی روح یقیناً تم ہی جیسوں کے لیے تڑپی تھی کہ ؎

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

آج پارلیمنٹ سیاست دانوں کی خواب گاہ بن چکی ہے، قوم خوابیدہ، جمہوریت مریضہ ہے۔ معیشت دیوالیہ اور اُس پر آئی ایم ایف سوار ہے۔ تعلیمی نظام چوپٹ، امن و امان غائب اور فرقہ واریت کا بازار گرم ہے۔ سرزمین سندھ اس 17 سالہ نوجوان کی یاد میں محو انتظار ہے جو عرب سے چلا اور سمندروں اور صحراؤں کا سینہ چاک کرتے ہوئے عجم تک پہنچا کہ شاید پھر سے کوئی نوجوان بنت حوا کی لٹتی عزت اور برہنہ سروں پر ردا اوڑھنے کے لیے سرحدوں کا سینہ چیرتے ہوئے آئے اور حوا کی بیٹی کو اغیار کے نرغے سے آزاد کروائے۔ ارض وطن آج کے نوجوانوں سے مخاطب ہے کہ اے نوجوانو! تمہارا حسن و شباب کس کی نذر ہوگیا؟ ارے دن کی روشنی میں سر عام تمہاری بہن کو چند ڈالروں کے عوض اغیار کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے اور تم خاموش تماشائی......؟

الاسف......الاسف

اے ابن قاسم، آج کا نوجوان تو تمہارے نام سے بھی واقف نہیں،

وہ نہیں جانتا صلاح الدین ایوبی کون ہے؟

وہ نہیں جانتا حلاج کون ہے؟

وہ نہیں جانتا ابن الہیثم کون ہے؟

وہ نہیں جانتا موسیٰ الخوارزمی کون ہے؟

اور اے نوجوانانِ پاکستان! تم جانو بھی تو کیوں جانو؟

جب تمہارے ہیروز سٹیج پر لہراتے اور تھرکتے جسموں والے فنکار اور انڈین فلم سٹار ہوں —— جب تمہارے ہیروز اسلام اور قرآن کے دشمن ہوں —— جب تمہارے ہاتھوں میں قرآن اور سائنس ہونے کی بجائے وہ آلہ ہو جس نے نوجوان نسل کو لہو ولعب میں مشغول کر دیا ہے —— جب تمہارے سینوں میں قرآن و حدیث کا نور ہونے کی بجائے فحاشی، عریانی اور فتور ہو —— جب تمہارے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی بجائے شہوات سرایت کر جائیں، تو پھر کیونکر تمہیں اپنے ہیروز سے آشنائی ہوگی؟

آج جب کوئی انسان دکھی ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے کاش! مجھے زمین نگل جائے، لیکن اب جبکہ میں دکھی ہوں، غموں سے چور ہوں، میرے سینے پر چشمے رواں ہونے کی بجائے بم پھٹ رہے ہیں، میرے سینے پر پانی کی نہریں بہنے کی بجائے خون کی ندیاں بہائی جا رہی ہیں، میرے سینے پر ہرے بھرے کھیت اگانے کی بجائے نفرت کی فصل بوئی جا رہی ہے، تو میں کسے کہوں کہ مجھے نگل جاؤ؟ میں (مملکت خداداد) یہ سوچتی ہوں کہ شاید اب وعدہ خدا پورا ہونے کا وقت آن پڑا ہے کہ

☆ جب زمین اپنے سخت بھونچال سے بڑی شدت کے ساتھ تھرتھرائی جائے گی۔ اور اپنے سب بوجھ نکال باہر پھینکے گی۔

☆ اور انسان حیران و ششدر ہو کر کہے گا، اسے کیا ہوگیا ہے؟

☆ اس دن وہ اپنے حالات خود ظاہر کر دے گی۔

☆ اس لیے کہ آپ کے رب نے اس کے لیے تیز اشاروں (کی زبان) کو مسخر فرما دیا ہوگا۔

☆ اس دن لوگ مختلف گروہ بن کر (جدا جدا حالتوں کے ساتھ) نکلیں گے، تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

☆ تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ دیکھ لے گا۔

☆ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے (بھی)

دیکھ لے گا۔ (ترجمہ عرفان القرآن)

لیکن پھر یہ دھرتی سوچتی ہے۔ نہیں نہیں ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ ابھی تو کفر کے ایوانوں میں اسلام کو گونجنا ہے۔ ابھی تو غلبہ اسلام کا ڈنکا پوری دنیا میں بجنا ہے۔ ابھی تو حضرت امام مہدیؑ نے پرچم اسلام کو پوری دنیا میں لہرانا ہے۔

جب وہ یہ سوچتی ہے تو پھر اُس کا حوصلہ پھر سے بلند ہو جاتا ہے، پھر اُسے امید کی کرن دور چمکتی دکھائی دیتی ہے اور پھر وہ دل ہی دل میں کہتی ہے کہ وہ دن دور نہیں جب میں (ارضِ وطن) اسلام کا ایک مضبوط قلعہ ہوں گی، جس سے پوری دنیا کی رہنمائی کی جائے گی۔ جب مجھ خطہ ارضی سے پیار و محبت کی چلنے والی ہوائیں پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے کر معطر کر دیں گی —— جب کسی غریب یا مزدور کا استحصال نہیں ہوگا —— جب میرا وجود امن کا گہوارہ ہوگا —— جب اخوت، ایثار، ہمدردی یہاں کے باشندے کے سر کا جھومر ہوگی —— جب مجھے رشوت ستانی اور اقربا پروری کی لعنتوں سے پاک کر دیا جائے گا —— جب عدم برداشت، خشونت، منافرت، منافقت، وحشت، فتنہ پروری اور فروعی مسائل کے جھگڑوں جیسی خباثتوں سے مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹکارہ حاصل ہوگا —— جب مایوس ملت جو بے امام ہو چکی ہے، اس کی ویران آنکھوں کو ایسی با کردار انقلابی قیادت نصیب ہوگی جو استغنا عن الخلق کے جوہر سے مزین و مسلح ہوگی، جو حریص اقتدار نہیں بلکہ حریص نظام مصطفیٰ ﷺ ہوگی، جس کا سر وائٹ ہاؤس کی چوکھٹ پر جھکنے کی بجائے صرف خدائے واحد کے آگے جھکے گا، جو کشکول توڑ کر قوم کے ہاتھوں میں عزت اور غیرت کے چراغ روشن کرے گی۔ کیونکہ اگر چھوٹے چھوٹے پرندے (اگرچہ ابابیل ہی کیوں نہ ہوں) جمع ہو کر آدھ تولے کی کنکریاں برسانا شروع کر دیں تو ہاتھی بھی فنا ہو جاتے ہیں۔ اور مجھے یقین محکم ہے کہ وہ دن دور نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی صفوں میں موجود ننگِ ملت، ننگ دین اور ملک دشمن عناصر کو پہچانا جائے اور اُن کا راستہ روکا جائے، ملک کے غداروں کو ملک بدر کیا جائے، اسلام اور قرآن کے پیغام کو سمجھا جائے۔ اس پر عمل کیا جائے۔ اسلام، قرآن اور جدید سائنسی علوم کو شامل نصاب کیا جائے۔

اے حکمرانو! اے نوجوانو!

اگر تم نہ سمجھے تو یہ میری تم سے آخری ملاقات ہوگی۔ پھر میرا اور تمہارا سامنا قبر کی اتھاہ گہرائیوں میں ہوگا۔ روز حساب تم سے ایک ایک ذرے کا حساب لیا جائے گا۔ آج وقت ہے، آج تمہارا ہے، ورنہ

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ''پاکستان والو!''
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اور

خدا کرے کہ میرے ایک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو
خدا کرے کہ میری ارض پاک پر اُترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو

بقیہ: دینی مدارس کی اہمیت اور عصری تعلیم

علمائے کرام نے جس طرح قرار داد مقاصد کی تیاری میں اتفاق رائے سے کام لیا تھا، آج بھی دور جدید کے جدت آشنا لوگوں کی پھیلائی ہوئی زہرناکی کو ایک ضابطۂ اخلاق کی تشکیل کر کے زائل کر سکتے ہیں۔ اگر تعلیم کے مرکزی دھارے (main stream) میں رائج نصاب کو لبرل ازم سے محفوظ رکھنے کے لیے دینی تعلیم کو اس کا مؤثر جزو بنایا جائے اور دینی ادروں کے نصابات میں مناسب حدود کے اندر رہتے ہوئے جدید علوم کو پرو دیا جائے تو پھر اس غبارے سے ہوا نکل جائے جو امریکہ اور مغرب پرستوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لیے پھیلا رکھے ہیں۔ وہ اہل علم جو اسلام کے احیاء اور اس کی نشاۃِ ثانیہ کے حقیقی معنوں میں نقیب ہیں وہ اس مسئلہ کو اس طرح حل کریں کہ مدارس کے اندر فکری تضاد پیدا نہ ہونے پائے۔ ایسا نہ ہو کہ تربیت و تزکیہ کی اصل سمت مفقود ہو جائے۔ یہ امر ذہن نشین رہے کہ دور اول میں مسلمانوں کا تعلیمی نظام نہ صرف مسلمان ممالک میں بلکہ برصغیر میں اپنے وقت کی تمام ضروریات پوری کرتا تھا۔ اصلاح کا عمل اگر اخلاص نیت سے کیا جائے تو نتائج یقیناً خوش آئند ہوں گے اور دین بیزار افراد کا پروپیگنڈا اور اس کی تنگ وتاز اپنی چمک دمک کھو بیٹھے گا۔

نیوز آف دی ویک

خبر ''کراچی میں سترہ جانوں کے ضیاع کے بعد ذوالفقار مرزا نے اپنے بیان پر معذرت کر لی۔''

'ہم تم دونوں اسمبلی میں بند ہو جائیں اور خزانوں کے منہ کھل جائیں'

تبصرہ: کسی زمانے میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر کہی جاتی تھی کہ خون پانی سے سستا ہو گیا ہے۔ کراچی میں یہ حقیقت سامنے آ رہی ہے کہ پانی کے لیے بھی کچھ تردد، کوئی اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ایک دو درجن انسانوں کو ذبح کرنے کے لیے محض ہونٹوں کو تھوڑی سی جنبش دو۔ پُر تکلف کھانے کے بعد ڈکار لینے کے لیے روسٹرم پر آؤ اور اخبارات کی زینت بننے کے لیے سیاسی شغل کے طور کوئی بیان داغ دو۔ نتیجہ محض اتنا ہی نکلے گا کہ اپنا خون نچوڑ کر حاصل کیے جانے والے زرمبادلہ سے درآمد کی جانے والی تیس یا چالیس بسیں نذرِ آتش ہو جائیں گی۔ ڈیڑھ یا دو درجن افراد جنہیں بہرحال ایک دن مرنا تو تھا ہی، زندگی کے عذاب سے جلد چھوٹ جائیں گے۔ رہے وہ سو زخمی جو ہسپتالوں میں پڑے ہوں، جن میں سے بعض زندگی بھر کے لیے محتاج ہو جاتے ہیں تو عرض ہے کہ گلشن کا کاروبار چلے نہ چلے، ڈاکٹروں کا کاروبار تو چلنا ہے۔ کسی کا تو فائدہ ہو۔ پھر ہم منہ ٹیڑھا کر کے کہہ دیں گے "I am sorry" اور سیاست کا تقاضا ہوا تو بانہوں میں بانہیں ڈالے ہوئے ''الطاف زرداری بھائی بھائی'' کا نعرہ لگاتے ہوئے یہ گیت گائیں گے کہ ''ہم تم دونوں اسمبلی میں بند ہو جائیں اور خزانوں کے منہ کھل جائیں۔'' نئی تہذیب، نئی سیاست اور انوکھی جمہوریت میں شاید ایسے گیت ہی کو ہنگاموں میں مرنے والوں کے لیے دعائے مغفرت قرار دے دیا جائے۔

باطل سے تصادم کا مرحلۂ اوّل: صبرِ محض (II)

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

پس پہلے تین سال تو جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس بدترین ذہنی واعصابی تشدد کا نشانہ بنے رہے۔ آغازِ وحی کے بعد چوتھے سال سردارانِ قریش دارالندوہ میں باقاعدہ مشاورت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اب تک ہم نے جو تدبیریں کی ہیں وہ سب ناکام چکی ہیں اور یہ دعوت جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہی ہے۔ گویا ع ''نظامِ کہنہ کے پاسبانو! یہ معرضِ انقلاب میں ہے''۔ اور اب تو یہ آگ ہمارے بارود خانوں تک پہنچ گئی ہے اور ہمارے غلاموں کے طبقہ کے لوگ محمد (ﷺ) کی دعوت کے حلقہ بگوش ہوگئے ہیں۔ ان کو یہ فکر دامن گیر ہوگئی کہ اب کیا ہوگا؟ کیونکہ غلاموں کا طبقہ اس معاشرے کے لیے بڑی افرادی قوت (Human Potential) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نظام میں غلام اپنی قسمت پر قانع تھے اور اس کے ساتھ خود کو reconcile کر چکے تھے کہ ٹھیک ہے، ہمارے نصیب میں یہی کچھ ہے۔ لیکن اگر کہیں ان کے اندر ان کی عزتِ نفس بیدار کر دی گئی، اور انہیں یہ احساس پیدا ہوگیا کہ ہم بھی انسان ہیں اور ہمارے بھی کچھ حقوق ہیں تو کیا ہوگا؟ پھر تو ہمارا نظام تلپٹ ہو کر رہ جائے گا۔ یہ طاقت اگر کہیں ہمارے خلاف کھڑی ہوگئی تو اس کا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ان کی اس تشویش میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت ان کے نوجوانوں میں نفوذ کر رہی ہے جو ایک بڑے خطرہ کی علامت ہے۔ آپ اندازہ کیجیے کہ عثمان بن عفان ؓ کون ہیں؟ خاندانِ بنواُمیہ کے ایک صالح نوجوان۔ مصعب بن عمیر، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن عتبہ اور عبداللہ بن مسعود کون ہیں؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ اونچے گھرانوں کے نوجوان ہیں۔ یہ اور متعدد دوسرے نوجوان محمد (ﷺ) کے قدموں میں پہنچ گئے۔ لہٰذا کفارِ مکہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ اب تک ہماری جو حکمت عملی تھی وہ کامیاب اور مؤثر ثابت نہیں ہوئی۔ لہٰذا فیصلہ ہوا کہ اب ان پر جسمانی تشدد کرو تاکہ اُن کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔ ہم میں سے جس کو بھی کسی پر کوئی اختیار اور کوئی اقتدار حاصل ہے وہ اسے اُس پر استعمال کرے اور اُس کو جور و تعدی اور ظلم و ستم کا نشانہ بنائے، تاکہ وہ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آئے۔ چنانچہ آغازِ وحی کے چوتھے سال اہل ایمان کے لیے جسمانی تشدد کا دور شروع ہوا۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ابتدائی تین سال تک تو ذہنی تشدد اور torture کا ہدفِ خاص طور پر حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس رہی۔ لیکن اب قریباً تمام اہل ایمان شدید قسم کی تعذیب، تعدّی اور بہیمانہ ظلم و ستم کا ہدف بنے۔ مثلاً حضرت عثمان ؓ ہیں، وہ غلام نہیں ہیں، کوئی آقا ان کو نہیں مار سکتا۔ لیکن وہاں کے معاشرے کے اصول و رواج کے مطابق آنجنابؓ کا چچا موجود ہے جو بمنزلہ باپ ہے اور اسے اپنے بھتیجے پر اختیار حاصل ہے۔ اس نے حضرت عثمان ؓ کو مارا بھی اور بالآخر ایک چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھونی دے دی۔ اب دم گھٹ رہا ہے اور مرنے کے قریب ہیں۔ آخر کوئی وجہ تھی کہ جب نبوت کے پانچویں سال میں حضور ﷺ نے چند صحابہ ؓ کو ہجرت حبشہ کی اجازت دی تو حضرت عثمان ؓ اور آپؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ ؓ جو رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر ہیں، یہ دونوں ان میں شامل تھے۔ جعفر ؓ بن ابوطالب بھی ان مہاجرین میں شامل تھے جو بنو ہاشم کے سردار کے بیٹے اور حضرت علی ؓ کے بھائی ہیں۔ یہ لوگ غلام تو نہیں تھے۔ لیکن وہاں بزرگوں کو خود ان پر ایک اختیار حاصل تھا، لہٰذا یہ نوجوان اہل ایمان اپنے گھر والے مشرکین کے تشدد اور مظالم کا نشانہ بن رہے تھے۔

لیکن غلاموں کے ساتھ اس سے بھی بہت آگے بڑھ کر جور و ستم کا معاملہ ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ ظلم و تشدد کی چکی میں سب سے زیادہ پسنے والے یہی لوگ تھے۔ ان کے تو کوئی حقوق تھے ہی نہیں، کیونکہ وہ اپنے آقاؤں کے مملوک تھے۔ ان کے آقا اگر انہیں ذبح کر دیں تو ان سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا تھا۔ جیسے کسی کی بکری ہو تو وہ جب چاہے اسے ذبح کر دے، کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ وہاں جو کچھ ہوا اس کو سن کر سخت سے سخت دل شخص کو بھی جھرجھری آجاتی ہے۔ حضرت بلال ؓ کے ساتھ اُمیہ بن خلف نے جو کچھ کیا وہ آپ کے علم میں ہے۔ لیکن کوئی نہیں تھا جو اس سے پوچھ سکے کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ ایک گوشت پوست کے زندہ انسان کے ساتھ وہ بہیمانہ سلوک کیا جا رہا تھا جو اگر کسی مُردہ جانور کے ساتھ بھی کیا جائے تو طبیعت میں ناگواری کا احساس پیدا ہو جائے، لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔

> حضرت یاسر ؓ کے ہاتھ پاؤں چار سرکش اونٹوں کے ساتھ باندھ کر
> انہیں چار سمتوں میں ہانک دیا گیا جس سے انؓ کے جسم کے پرخچے اُڑ گئے

مکہ میں ان کے علاوہ ایک اور طبقہ تھا جو حلیفوں کا طبقہ کہلاتا تھا، جو نہ قریشی تھے، نہ غلام تھے، بین بین کی ایک حیثیت کے حامل تھے۔ دراصل مکہ صرف ایک قبیلے کا شہر تھا، اس میں صرف قریش آباد تھے، اور کوئی دوسرا قبیلہ آباد نہیں تھا —— اس تفاوت کو پیش نظر رکھئے کہ تمدنی اعتبار سے مدینہ منورہ زیادہ ارتقائی مرحلے پر تھا۔ اس میں پانچ قبیلے آباد تھے، عربوں کے دو قبائل اوس اور خزرج اور یہودیوں کے تین قبائل بنونضیر، بنوقینقاع اور بنوقریظہ —— جبکہ مکہ تمدنی اعتبار سے بھی ابھی بالکل ابتدائی مرحلے میں تھا اور صرف ایک قبیلے کا شہر تھا۔ اب اس میں یا تو قریش آباد تھے یا اُن کے غلام جو اُن کے نزدیک بھیڑ بکریوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ ایک تیسری کیٹیگری وہ تھی کہ کوئی شخص باہر کا آ کر اگر خود کو قریش کی کسی بڑی شخصیت کی حمایت میں دے دے، اس کا حلیف بن جائے تو گویا وہ اس بڑے شخص کے زیر حفاظت مکہ میں رہ سکتا ہے۔ اس طرح اس قریشی کو اس پر پورا اختیار حاصل ہو جائے گا۔ اس کی حیثیت اگرچہ غلام کی نہیں ہے، لیکن وہ پوری طرح آزاد بھی نہیں۔ وہ گویا آزادوں اور غلاموں کے بین بین ایک تیسری مخلوق ہوگئی۔

حضرت یاسرؓ کا معاملہ یہی تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یمن کے رہنے والے ایک باعزت انسان تھے۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا، جس میں ان کو حضور ﷺ کی بعثت کی بشارت ہوئی تھی۔ اسی کے پیش نظر وہ مکہ کے ایک شریف النفس شخص کی پناہ میں آ کر سکونت پذیر ہوگئے۔ اسی شخص کی ایک کنیز حضرت سمیہ (ؓ) سے آقا کی اجازت سے ان کا نکاح ہو گیا اور اس طرح یہ ایک خاندان بن گیا۔ وہ قریشی لاولد مر گیا اور جو شخص اس کا وارث اور جانشین بنا وہ ابوجہل تھا۔ چنانچہ اب وہی حیثیت آلِ یاسر پر ابوجہل کو حاصل ہوگئی۔ حضرت یاسرؓ غلام تو نہیں تھے لیکن ابوجہل کے حلیف اور اس کی پناہ میں تھے۔ اس لیے کوئی اور ابوجہل سے نہیں پوچھ سکتا تھا کہ تم اس خاندان کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں مسلسل اور بدترین تشدد کا نشانہ بننے والے یہ دو میاں بیوی اور ایک ان کے بیٹے حضرت عمارؓ ہیں۔ یہ تینوں حضور ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ ان پر ابوجہل نے شدید ترین مظالم کیے۔ حضرت سمیہؓ کو شوہر اور بیٹے کی نگاہوں کے سامنے انتہائی بہیمانہ طور پر شہید کیا۔ یہ ایک مؤمنہ کا پہلا خون تھا جس سے مکہ کی سرزمین لالہ زار ہوئی۔ پھر حضرت یاسرؓ کے ہاتھ پاؤں چار سرکش اونٹوں کے ساتھ باندھ کر انہیں چار سمتوں میں ہانک دیا گیا جس سے انؓ کے جسم کے پرخچے اُڑ گئے۔

(جاری ہے)

انجمن خدام القرآن (قرآن اکیڈمی) سندھ کراچی کی پیشکش

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور تنظیمِ اسلامی

کے تعارف پر مبنی ایک جامع دستاویز!!

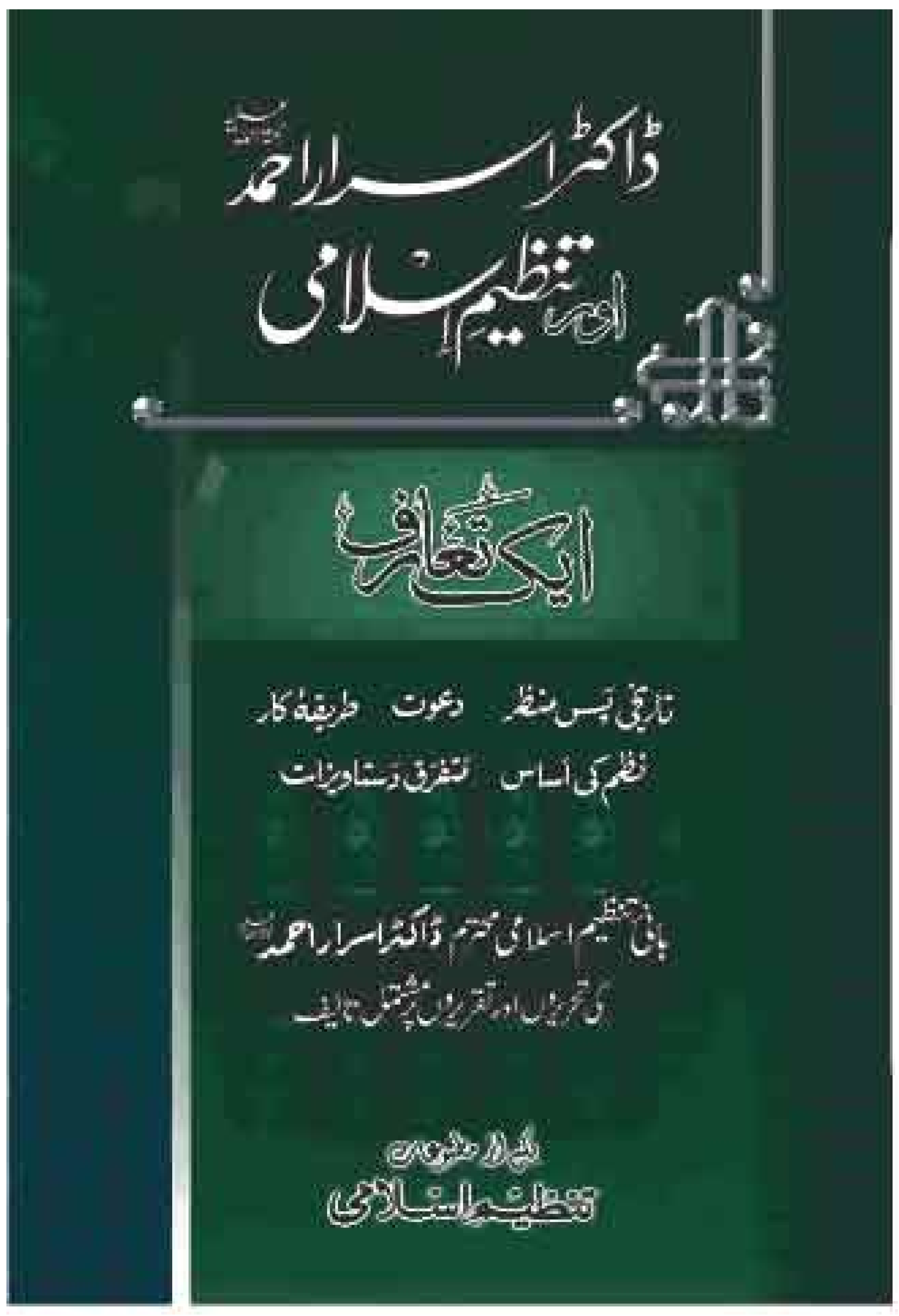

عمدہ طباعت

حوالہ جات سے مزین

مضبوط جلد

دیدہ زیب ٹائٹل

امپورٹڈ پیپر

کل صفحات: 410

اشاعتِ خاص: 400

اشاعت عام: 200

رمضان المبارک کے موقع پر خصوصی رعایت

اشاعتِ خاص: 200

اشاعت عام: 100

تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کے مکتبہ جات سے طلب کریں!!

مکتبہ انجمن خدام القرآن (قرآن اکیڈمی) سندھ کراچی فون: 021-35340022-23

www.quranacademy.com

26 جولائی 2011ء بوقت 10:30 بجے — حیدر پیلس، پھالیہ روڈ، منڈی بہاؤالدین میں

ڈاکٹر عبدالسمیع مرکزی رہنما تنظیم اسلامی

'اسلام اور سیکولرازم' کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔

منجانب: تنظیم اسلامی پھالیہ، حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

امیر تنظیم اسلامی کی حلقہ لاہور کے رفقاء سے ملاقات

مرتب: محمد یونس

18 جون بروز ہفتہ قرآن اکیڈمی لاہور میں بعد نمازِ مغرب امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید ﷾ کی حلقہ لاہور کے رفقاء سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ اس پروگرام میں حلقہ لاہور کی چھ تنا ظیم ٹاؤن شپ، چھاؤنی، ماڈل ٹاؤن، گارڈن ٹاؤن، جوہر ٹاؤن، واپڈا ٹاؤن اور دو منفرد اسرہ جات قرآن اکیڈمی نمبر 1 اور نمبر 2 کے رفقاء نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز بعد نمازِ مغرب حلقہ لاہور کے ناظم تربیت حافظ محسن محمود کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد امیر محترم نے تمہیدی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ دو سال پہلے تک اُن کا معمول تھا کہ وہ ہر سال ہر مقامی تنظیم کے رفقاء سے ملاقات کا پروگرام رکھتے تھے، جس سے مقصود رفقاء سے ذاتی تعارف حاصل کرنا نیز اُن کی آراء، تجاویز، سوال و جواب اور دعوتی کاموں میں آنے والی مشکلات کا جائزہ لینا ہوتا تھا۔ اب کچھ عرصے سے صورتِ حال بدل گئی ہے۔ اس وقت ملک بھر میں 18 حلقہ جات اور 100 کے قریب مقامی تنا ظیم ہیں۔ اس لیے مقامی تنظیم کی سطح پر رفقاء سے ملاقات کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ لہٰذا مشورہ کے بعد طے ہوا کہ حلقہ جات کی سطح پر ملاقات کا پروگرام رکھا جائے۔ سو آج کا اجتماع اِسی لیے منعقد ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ حلقہ لاہور کے تحت اب 15 تنا ظیم ہو گئی ہیں اور آج یہ تقریباً آدھے حلقہ کا پروگرام منعقد ہو رہا ہے۔ اس تمہید کے بعد امیر محترم کی ہدایت کے مطابق مقامی تنا ظیم کے امراء نے باری باری اپنا اور اپنی تنظیم کا تعارف کرایا جو کل تعداد رفقاء، ملتزم اور مبتدی رفقاء، اسرہ جات کی تعداد اور نقباء اسرہ جات کے تعارف پر مشتمل تھا۔ پھر پچھلے ایک سال کے دوران نئے شامل ہونے والے رفقاء نے بھی اپنا تعارف کرایا۔

اس کے بعد پروگرام کا دوسرا حصہ شروع ہوا، جس میں امیر تنظیم اسلامی نے رفقاء کی آراء و تجاویز پر اظہارِ خیال کیا اور سوالات کے جوابات دیے۔ بہت سے رفقاء کی طرف سے یہ تجویز سامنے آئی کہ تنظیم اسلامی کا بھی ایک ٹی وی چینل ہونا چاہیے، تاکہ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اپنی دعوت کو بھرپور انداز میں پیش کیا جا سکے۔ چینل کے لانچ کرنے میں اگر فنڈز کی کمی ہے تو اس کی طرف رفقاء کی توجہ بھرپور انداز میں دلائی جائے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ یہ تجویز تنظیم اسلامی کے مختلف فورمز کے ذریعے پہلے بھی آتی رہی ہے اور آج آپ کی طرف سے بھی آئی ہے۔ تنظیم اسلامی کی پالیسی یہ ہے کہ ہم اپنے وسائل کی حد تک مکلف ہیں، اور یہ بھی طے ہے کہ تنظیم کبھی عام چندے کی اپیل نہیں کرے گی۔ تنظیم اسلامی مارچ 1975ء میں قائم ہوئی۔ اُس وقت فردِ واحد سے دعوت کا آغاز ہوا تھا۔ کوئی فنڈز نہیں تھے۔ ہم نے دستیاب وسائل کا بھرپور استعمال کیا۔ TV پر بھی موقع ملا۔ چنانچہ الہدیٰ پروگرام چلا، لیکن اس کے لیے بھی ہم نے کوئی خصوصی کاوش نہیں کی۔ پھر ترجمۂ قرآن کا پروگرام ARY اور Qtv کے ذریعے نشر ہوا۔ اس کے سپانسرز بھی ہم نہیں تھے۔ ہم تو اپنے وسائل کی حد تک مکلف ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہر رفیق دعوت کا کام کرے۔ یہ بات لمحۂ فکریہ ہے کہ ابھی تک دعوت ہمارا کلچر نہیں بنا۔ محترم بانی تنظیم بھی یہی کہا کرتے تھے، فرض کیجیے کہ چینل کے ذریعے جن لوگوں تک ہمارا پیغام پہنچ گیا اگر اُن تک ہم نے Approach نہیں کیا تو بات پھر وہیں کی وہیں رہ جائے گی۔ لہٰذا اصل بات یہ ہے کہ ہم دعوت کا کام بھرپور انداز سے کریں اور دعوت کو عام کریں۔

ایک تجویز یہ سامنے آئی کہ رفقاء تنظیم کے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے سکول قائم کیا جائے۔ امیر محترم نے فرمایا کہ جب سے تنظیم قائم ہوئی ہے، الحمدللہ میں اُس وقت سے ہی تنظیم میں شامل ہوں، اور اسی وقت سے یہ سوال سامنے آتا رہا ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ جب کوئی ساتھی اپنی آخرت کا خیال کرتا ہے تو وہ اپنے بچوں کی بہتری کے لیے بھی سوچتا ہے۔ اس حوالے سے بانی تنظیم کی جو سوچ تھی وہ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ تنظیم اسلامی اصلاحی کام، تعلیمی کام کے لیے نہیں بنائی گئی، بلکہ یہ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے قائم کی گئی ہے۔ اور اس کا طریق کار منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے۔ آنحضور ﷺ نے بالغوں کو پڑھایا، اُن کی سوچ بدلی۔ آپؐ نے تعلیم و حکمت کے جو موتی بکھیرے اُن سے زیادہ تر بالغ مستفید ہوئے۔ اصل میں گھر والوں اور بیوی بچوں کے لیے ہمیں خود رول ماڈل بننا ہوگا۔ کمی یہاں ہے۔ ہمیں اپنی اس کمی کو دور کرنا ہوگا۔ انفرادی طور پر لاہور میں ہمارے ایک ساتھی سکول چلا رہے ہیں۔ تنظیم میں جو ساتھی بھی اس کی ہمت و وسائل رکھتے ہیں، وہ یہ کام ضرور کریں، لیکن تنظیم کی پالیسی یہ نہیں ہے۔ بالفرض ہم ایک ادارہ قائم کر بھی لیتے ہیں۔ بچہ سکول سے فارغ ہو کر آئے گا تو وہ پھر اِسی ماحول و معاشرے میں جائے گا۔ اُس کی جیب میں پیسے ہیں اور نیٹ کیفے موجود ہے۔ اور تو اور اب موبائل موجود ہے۔ اگر گھر کا ماحول صحیح نہ ہوا، اگر اُس کی تربیت صحیح خطوط پر نہ ہوئی تو کیا وہ خراب نہیں ہوگا۔ یہ سب چیزیں اُس وقت صحیح ہوں گی جب اسلامی انقلاب آ جائے گا۔ اُس سے پہلے ہمیں انقلابی پیغام کو پہنچانے کے لیے بھرپور کام کرنا ہوگا۔ یہی بچاؤ کا واحد راستہ ہے۔

ایک تجویز یہ آئی ہے کہ اس وقت الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا میں بڑے زور و شور سے یہ بات پھیلائی جا رہی ہے کہ دو قومی نظریہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔ ہماری تنظیم اپنے رسائل و جرائد کے ذریعے اس پروپیگنڈے کا توڑ کر رہی ہے۔ لیکن اگر الیکٹرانک میڈیا کا بھی استعمال کیا جائے تو یہ زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس حوالے سے امیر محترم نے شعبہ سمع و بصر کے انچارج آصف حمید سے کہا کہ وہ اس حوالے سے رفقاء کو آگاہ کریں۔ انہوں نے بتایا کہ انٹرنیٹ پر خلافت فورم کے عنوان سے ہم یہ کام کر رہے ہیں۔ اب تک سترہ پروگرام آن ایئر جا چکے ہیں اور یہ مختلف مسائل کے عنوان سے انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ ان پروگراموں میں امیر محترم کے ساتھ ساتھ امیر جماعت اسلامی سید منور حسن اور جسٹس نذیر احمد غازی بھی شریک ہوئے ہیں۔

یہ پروگرام عشاء کی نماز کے بعد بھی جاری رہا۔ اختتام پر امیر محترم نے رفقاء کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد تمام رفقاء اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

دینی مدارس کی اہمیت اور عصری تعلیم

عتیق الرحمٰن صدیقی

دین کی تفہیم وتشریح اور اس کی اقامت کی مساعی کا باب رقم کرنے میں داعیان دین کا کردار ڈھکا چھپا نہیں رہا۔ دینی مدارس کا قیام بھی ماضی کی حسین روایت ہے۔ مسجد نبوی کی عنبریں اور مشکبار فضاؤں میں اس سرچشمہٴ صافی کا آغاز ہوا اور پھر اس سے پھوٹنے والے سوتوں سے سیرابی کا جذبہ ایک کیف اور تسلسل کی صورت میں قائم رہا۔ علم و آگہی سے سرشار افراد جلیلہ نے اسے دلکشا رنگوں سے مزین کیا۔ وَمَنْ اَحسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبغَۃ کے مصداق اللہ کے رنگ کو نمایاں کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ اس راہ کے کانٹوں کو چننے میں صبر وعزیمت سے کام لیا۔ راستے کے پیچ وخم میں الجھنے کی بجائے نگاہوں کا ارتکاز منزل پر رہا۔ نفع وضرر کا فیصلہ کرنے میں بھول چوک ضرور ہوئی مگر نیت کا اخلاص برقرار رہا۔ اس مقدس فرض کو نبھانے میں نئے زاویوں اور نئی جہتوں سے استفادہ کرنے اور تعلیم و تدریس کو موٴثر بنانے کی کوششوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ اس تگ و دو میں تحیر افزا اضافے ہوئے۔ چنانچہ رسمی تعلیم کے لیے مدرسہ کا کردار کبھی نظروں سے اوجھل نہیں رہا اسی حسن کردار کی بدولت استاد سخن شیخ سعدی نے مدرسہ کی افادیت واہمیت کو اپنے ایک قطعہ میں یوں واضح کیا۔

زاہد بمدرسہ آمد ز خانقاہ
بشکست محبت اہل طریق را
گفتم میانِ عابد و عالم چہ فرق بود
تا اختیار کردہ ازاں ایں فریق را
گفت آں گلیم خویش بروں اے بروز موج
ویں جہد مے کند کہ بگیرد غریق را

کشمیر کے پروفیسر عبدالرزاق نے فارسی کے ان اشعار کا نہایت سہل انداز میں ترجمہ کیا ہے۔

پارسا اک خانقاہ سے مدرسے میں آگیا
چھوڑ کر چلہ کشی وہ پڑھنے اور لکھنے لگا
اس سے پوچھا میں نے اے مرد خدا مجھ کو بتا
چھوڑ کر چلہ کشی تو پڑھنے لکھنے کیوں لگا
بولا میں چلہ کشی سے گرچہ خود نہ ڈوبتا
ڈوبتوں کو علم سے میں بے شبہ لوں گا بچا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلامی مدارس اسلامی تہذیب وثقافت کا گہوارہ رہے ہیں، خاص کر دور غلامی میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندومت کی انجذابی کیفیت سے محفوظ رکھنے میں ان کا کردار مثالی رہا، ورنہ ہندی مسلمانوں کا حال بھی سپین جیسا ہوتا جہاں مسلمانوں نے نو سو سال تک حکومت کی لیکن آج وہاں ایک بھی اسلام کا نام لیوا نہیں۔ حضرت اقبالؒ نے انہی کے متعلق یہ کہا تھا کہ۔

منزل دہر سے اونٹوں کے حدی خواں گئے
اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآں گئے

قیام پاکستان کا مقصد یہ تھا کہ یہاں اللہ کے پسندیدہ راستے کے مطابق زندگی بسر کرنے کا اہتمام کیا جاتا اور ایک ایسا نظام تعلیم رائج کیا جاتا جو فرنگی دور کے آثار کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا، قرآن اور صاحب قرآن کی تعلیمات سے اہل پاکستان کے قلب ونظر کو منور کرتا، انہیں سچا اور کھرا مسلمان، محب وطن پاکستانی اور ذمہ دار شہری بناتا، مگر ان اہداف کو پیش نظر رکھنے کی بجائے ایک مسلم معاشرہ کو نظریاتی بحران اور اخلاقی انتشار و خلفشار کا شکار کر دیا گیا۔

میر سپاہ نا سزا لشکریاں شکستہ صف
آہ وہ تیر نم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

گزشتہ تریسٹھ برسوں میں ہم قدیم وجدید کی بحثوں میں الجھے رہے۔ حالانکہ۔

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصہٴ جدید و قدیم

جدتوں کے رسیا بن کر ہم نے اپنی پہچان بھی گم کر دی۔ یاراں تیز گام نے اپنی کرشمہ سازیوں کی بدولت خرد کو جنوں بنایا اور جنوں کو خرد اور عیبوں کو ہنر بنا کے رکھ دیا۔

ماہر یہ جدتیں یہ ترقی پسندیاں
جتنے بھی عیب تھے سب ہنر ہو کے رہ گئے

اللہ کا شکر ہے کہ دلفگار اور دگرگوں صورتحال میں بھی دینی مدارس نے اسلام کے ابدی پیغام کو زندہ رکھا اور ملت کے روحانی وفکری رابطے کو برقرار رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا، عقیدہ فکر اور تہذیب و اخلاق کے میدان میں اسلامی اثرات انہی مدارس کے رہین منت ہیں۔

آج اقتضائے حال سے منہ موڑنے کے بجائے ہم پر لازم ہے کہ اپنی درخشندہ روایات کا تحفظ کریں۔ اس تحفظ کی صورت یہ ہے کہ اہل فکر و دانش جنہیں اللہ نے دین سے بھی وافر حصہ عطا کیا ہے وہ جدید وقدیم مدرسوں کے مابین بُعد و بے گانگی کی خلیج کو دور کریں، دین و دنیا کی دوئی کے عیسائی تصور کا خاتمہ کریں، ایک آزاد اسلامی مملکت کے تناظر میں مدارس دینیہ اور عام دنیوی مروجہ تعلیمی اداروں کی تشکیل نو کریں، دینی مدارس کو انتہا پسندوں کی آماجگاہ قرار دینے والے دراصل دینی اداروں کی ہیئت سے واقف نہیں۔ مسٹر رحمان ملک کو دینی اداروں کے زعماء کے تحفظات دور کرنے کے لیے وزیر اعظم گیلانی نے جو نمائندگی کا شرف بخشا ہے وہ محل نظر ہے۔ جو صاحب سورۂ اخلاص کی تلاوت کرنے سے بھی معذور ہوں وہ مدارس دینیہ کے نصاب پر کیسے گفتگو کر سکیں گے۔ نئی روشنی سے سرشار اور دین سے بیزار افراد غیروں کے ایما پر یہ تاثر پیدا کرنے کی سعی کر رہے ہیں کہ یہاں نفرت، کدورت او انتہا پسندی جنم لیتی ہے اور یہ تاریک دور کی پاسبانی کر رہے ہیں۔ بعض مدارس کا یہ منفی پہلو ضرور ہے کہ وہ مسلک کی تنگنائیوں میں بند ہیں اور فکر ونظر کی وسعتوں کے حامل نہیں مگر اس کا علاج ممکن ہے۔ اور وہ یہ کہ قرآن وسنت کی تعلیم دیتے وقت کسی خاص دائرے میں مقید ہونے کی بجائے اسلام کے مجموعی مزاج کو پیش نظر رکھا جائے۔

(باقی صفحہ 7 پر)

مکتبِ عشق

وقاص قائم

میں عہدِ بلوغت کو پہنچ چکا تھا اور اس دور کے تمام شوق اپنا رکھے تھے۔ دین کیا ہوتا ہے، مجھے نہیں معلوم تھا۔ میں تو پیدا ہوا تھا اس دنیا کے لئے، اور میں اسی میں جی رہا تھا، بہت خوب جی رہا تھا۔ کہ اچانک میری ملاقات ایک اجنبی سے ہوگئی۔ وہ اجنبی میرا دوست تھا لیکن پھر بھی اجنبی تھا۔ میرا ہم عمر ہونے کے باوجود وہ مجھ جیسا نہیں تھا۔ اُس کی زندگی جیسے بے رنگ ترنگ، جو ٹھہر گئی ہو اِک جگہ پر۔ مجھے اس کی دوستی راس آنے لگی تھی۔ ہم میں کوئی قدر مشترک نہ تھی، لیکن میں پھر بھی گھنٹوں اس کے ساتھ گزارنے لگا۔ اس کے ساتھ میں اِک سکون تھا۔ کچھ کشش تھی جو اس کی عدم موجودگی میں بھی مجھے اس کی باتوں میں مصروف رکھتی تھی۔ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ اس کی ہر بات اتنی منفرد کیوں ہے؟ اس کے سوچنے کا زاویہ سب سے جدا کیوں ہے؟ وہ چیزوں کو اُس طرح نہیں دیکھتا جس طرح اور لوگ دیکھتے ہیں، بلکہ وہ ان کی حقیقت پر نظر رکھتا تھا۔ وہ مجھے نیکی کی دعوت دیتا تھا، پر میں تو بدی کا شہسوار تھا۔ وہ مجھے قبر کے عذاب سے ڈراتا اور میں کان بند کر لیتا۔ وہ مجھ میں کسی تبدیلی کے رونما ہو جانے کا خواہش مند تھا لیکن میں بدلنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ میں اپنی دنیا میں بہت خوش تھا، بہت ہی خوش۔ مگر اب سب کچھ پہلے جیسا نہیں تھا۔ کچھ بدل گیا تھا۔ کچھ کمی ہوگئی تھی میری دنیا میں۔ وہ رنگینی، وہ رونق، کچھ تو تھا جو اب نہیں رہا تھا۔ یہ بے چینی کیسی تھی؟ یہ کیا ہوگیا تھا میری دنیا کو؟ میری دنیا۔ میری دنیا۔ اُف خدا۔۔۔ خدا! ہاں خدا۔ یہی تو وہ لفظ تھا جو میں بھولا ہوا تھا۔ چلو آج قسم توڑ دی۔ رخ کر لیا مسجد کی طرف......

اب کچھ بہتر تھا۔ کچھ تو تھا خدا کو یاد کرنے میں، ورنہ لوگ یونہی تو اس کو نہیں پوجتے۔ میں نے بھی اس کو یاد کرنا شروع کر دیا تھا، کچھ کچھ۔ اور پھر میں جان گیا تھا کہ اس کو یاد کرنے میں کچھ نہیں، بہت کچھ ہے۔ اور کب وہ بہت کچھ سے سب کچھ بن گیا، پتہ ہی نہ چلا۔ اب آنکھوں میں ایک سرخی سی رہتی تھی۔ شاید رات بھر سجدوں میں رونے کی وجہ سے۔ مزاج بھی کچھ سرد ہو گیا تھا، وہ شعلہ انگیزی نہیں رہی تھی۔ میرے دوست میری خاموشی کا مذاق اُڑاتے اور میں مسکراتا رہتا۔ شاید یہی سب سے بہتر جواب تھا۔ اور پھر میں نے دوستوں کے ساتھ رہنا چھوڑ دیا۔ اب میں اچھے لوگوں کی صحبت میں وقت گزارنے لگا تھا۔ ہم اپنے نفس کو قابو میں کرنے کے لئے ''اللہ ہو'' کی ضربیں بھی لگاتے تھے۔ رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے اور دن کو بھی اپنی زبانیں ذکر خدا سے تر رکھتے۔ اب پہلے جیسا کچھ نہ تھا لیکن ایک چیز تھی جو پہلے بھی نہ تھی، اور وہ تھا سکون۔ ایک عجیب سا سکون تھا جو مجھے میری ذات میں قید رکھتا تھا۔ میں اکثر راتیں خانقاہ میں گزارتا اور روز صبح گھر لوٹ آتا۔

اکثر سگنل پر مجھے بچے بھیک مانگتے دکھائی دیتے۔ یہ بچے کافی کم عمر ہوتے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ یہ بچے شمالی پاکستان کے ان علاقوں کے ہیں جہاں پاکستانی فوج نے بمباری کی تھی۔ اپنا سب کچھ تباہ ہو جانے کے بعد یہ لوگ یہاں چلے آئے۔ آج بھی میری نظر ایک بچے پر جا ٹھہری جو سڑک کے کنارے بنے فٹ پاتھ پر بیٹھا اپنے پھٹے ہوئے جوتے سے کھیل رہا تھا۔ اس بچے کی عمر لگ بھگ تین سال ہوگی۔ شاید میری بھانجی کا ہم عمر ہوگا۔ اس بچے کی جگہ اپنی بھانجی کا تصور کرتے ہی کلیجہ منہ کو آ گیا۔ اور بے ساختہ آنسو کے دو قطرے میری آنکھوں سے ٹپک کر میرے گالوں پہ جا ٹھہرے۔ آج میں اپنی ذات میں قید نہ تھا۔ گھوم پھر کر وہی بچہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا اور میرا سکون غارت ہو جاتا۔ آج مجھے ہر ہاتھ پھیلانے والی عورت مظلوم معلوم ہو رہی تھی۔ آج پہلی بار میں نے اخبار اٹھا کر اتنی غور سے پڑھا تھا، جس میں ہر طرف قتل و غارت گری، لوٹ مار، تباہی و بربادی کی خبریں پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک پل کو مجھے لگا کہ یہ پاکستان کا نہیں، عراق یا افغانستان کا اخبار ہے۔ لیکن نہیں، مجھے معلوم ہوا کہ کافی عرصہ ہوا پاکستان کے اخبارات میں ایسی ہی خبریں چھپتی ہیں۔ میں سوچنے لگا، اتنے سالوں سے میں کہاں تھا؟ پھر مجھے یاد آیا کہ میں نے اپنی زندگی کا ایک حصہ عیاشیوں میں گزار دیا تھا اور دوسرا اپنی ذات کے حصار میں۔ اکیلے کمرے میں خدائے برحق کا تصور کرتے کرتے میں خلقِ خدا کے بارے میں سوچنا تو بھول ہی گیا تھا۔ لوگ ظلم کے اندھیروں میں گھرے ہوئے تھے، نیکی پر بدی کا غلبہ تھا۔ آج پٹرول انسان کے خون سے زیادہ مہنگا ہو گیا تھا۔ گویا خلقِ خدا ہر اعتبار سے مصیبت میں تھی اور میں اپنی ذات میں پرسکون تھا۔ ارے ہاں سکون۔ پچھلے کچھ دنوں سے عجیب سی بے چینی تھی۔ سوچا کہ اس اکیلے کمرے میں واپس چلتے ہیں، جہاں ایک بار پہلے بھی سکون میسر آ گیا تھا۔ لیکن جب بھی کوشش کرتا لاکھوں مظلوموں کی آوازیں میرے کانوں میں گونجنے لگتیں۔ مجھے راشن کی لائن میں دھکے کھاتے ہوئے لوگ نظر آنے لگتے۔ مجھے خدا کے ساتھ ساتھ خدا کی مخلوق بھی یاد آنے لگی۔ آخر ان کے لئے بھی تو لڑنے والا کوئی ہونا چاہئے۔ لیکن مجھے اپنی ذات کے سکون اور ظلم کے خلاف جہاد میں سے کسی ایک کو چننا تھا۔

اب میں عجیب و غریب صورت حال سے دوچار ہو چکا تھا۔ ایک جانب وہ کیف و سرور تھا جو مادی دنیا کے عیش و عشرت سے نکلنے کا سبب بنا تھا اور دوسری جانب ایک نئی خلش، جس نے مجھے بے چین کرنا شروع کر دیا۔ اب وہ خانقاہی کیف و سرور میدانِ جہاد سے فرار معلوم ہونے لگا اور ایک نئی رزم گاہ آباد کر گیا۔ پہلے جنگ مادیت اور روحانیت کے درمیان تھی۔ اب روحانیت کی شارع پر ایک دوراہے کا سامنا تھا۔ ایک راہ آسان تھی اور دوسری پرخطر۔ عین اس کشمکش کے دوران مجھے جہادِ فی سبیل اللہ والے راستے پر کچھ لوگ اسوۂ حسنہ کی روشنی بکھیرتے ہوئے نظر آئے اور منہج نبویؐ پر نظام باطل کے خاتمہ اور نظام حق کے غلبہ کے لیے کوشاں دکھائی دیئے، جیسے کسی اندھیری سڑک پر کیٹ آئیز cat eyes آویزاں ہوں۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ یہ مکتبِ عشق ہے......

اور سبق مجھے یاد ہے!!!

ابھی تو آغاز ہے!

اوریا مقبول جان

جس روز سے اس دنیا کے نقشے پر برصغیر کے مسلمانوں کے لہو سے ایک ایسی لکیر کھینچی گئی ہے جس نے فیصلہ کر دیا کہ کلمۂ طیبہ پڑھنے والا راجپوت ایک جانب اور برہما اور وشنو کو ماننے والا دوسری سمت۔ ایک ہی نسل، ایک ہی رنگ اور ایک ہی زبان بولنے والے خون کا دریا عبور کر کے ایک ایسی مملکت کی بنیاد رکھ رہے تھے، ایک ایسی تقسیم کا اعلان کر رہے تھے جسے میرے اللہ نے تخلیقِ کائنات کے وقت واضح کیا تھا کہ اس دنیا میں صرف دو گروہ ہیں۔ ایک حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ اور دوسرا حزب الشیطان یعنی شیاطین کا گروہ۔ اسی روز سے اس انوکھی اور نرالی مملکت پاکستان سے بغض، حسد اور کینہ رکھنے والے اسے نیست و نابود ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔

اس زمانے میں دنیا کے درجنوں ملک ایسے بے ڈھنگے طریقے سے بنے تھے کہ یقین نہیں آتا تھا، ایسا کیوں کیا گیا۔ ایک ہی زبان بولنے والے کرد جو خلافت عثمانیہ میں اکٹھے تھے، شام، عراق، ترکی اور ایران میں تقسیم ہو گئے۔ صدیوں اکٹھے رہنے والے شام، لبنان، اُردن اور تیونس، نہ زبان علیحدہ، نہ مذہب علیحدہ اور نہ رنگ و نسل علیحدہ، لیکن تقسیم کر دیئے گئے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ پوری دنیا میں جس ملک کے وجود میں آتے ہی یہ گفتگو شروع ہو گئی تھی کہ یہ ٹوٹ جائے گا، یہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا، یہ بنا ہی غلط بنیاد پر ہے، وہ پاکستان ہے۔ اور گفتگو کرنے والے وہ عظیم دانشور، مؤرخ اور مصنف تھے جن کے محدود دماغوں میں یہ بات سما نہیں رہی تھی کہ قومیں تو نسل، رنگ اور زبان سے بنتی ہیں، یہ ایک ”غیر فطری“ طریقہ یعنی مذہب کے نام پر ملک کیسے بن گیا۔ حالانکہ میرا اللہ صرف اسی تقسیم کو فطری قرار دیتا ہے اور تاریخ نے ہر موڑ پر اسے ثابت کیا ہے۔

آج دنیا کے کسی بھی مہذب اور ترقی یافتہ ملک میں چلے جائیں۔ گیارہ ستمبر کے بعد نہ آپ کی عرب پہچان ہے نہ ایرانی، نہ پاکستانی اور نہ افغانی۔ آپ ان کے نزدیک صرف اور صرف مسلمان ہیں۔ وہ آپ کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے مختلف گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً دہشت گرد مسلمان، رجعت پسند مذہبی مسلمان، ماڈریٹ مسلمان اور اگر آپ ان کی تہذیب میں رچ بس گئے ہیں، ان کے رنگ ڈھنگ اختیار کر لیے ہیں تو امریکی یا یورپی مسلمان۔ گزشتہ دس سالوں میں جتنی بھی کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں، رینڈ کارپوریشن، بروکنگ انسٹی ٹیوٹ یا کسی بڑے تھِنک ٹینک نے جتنے سروے یا رپورٹ مرتب کیں، سب کی سب اسی دو قومی نظریے کی تقسیم پر ہیں۔ ایک قوم مسلمان اور دوسری قوم باقی دنیا۔ فلپائن کا عیسائی ہو، اسرائیل کا یہودی، چین کا لامذہب یا بھارت کا ہندو، سب کے سب ایک قوم ہیں، ”مہذب“ ترقی کی دلدادہ اور دوسری جانب مسلمان ہیں۔ آج سے پچاس سال پہلے تک چونکہ مسلمانوں کو تقسیم کرنا مقصود تھا، اسی لیے ساری تحقیق رنگ، نسل اور قبیلے کے نام پر کی جاتی تھی۔ یہ بابل کی سرزمین کے عراقی ہیں۔ یہ نیل کے ساحل والے فرعون کی اولاد، سائرسِ اعظم کی نسل ایرانی اور سندھ کی تہذیب کے امین ہندوستان والے۔ پوری دنیا میں ان بنیادوں پر قومیت کا اتنا چرچا تھا کہ وہ جو کمیونزم کو پوری انسانیت کا نظریہ سمجھتے تھے، انہوں نے بھی 70 سال اپنی یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں میں اسی بات پر تحقیق کی اور کہا کہ کمیونزم کا راستہ نیشنلزم سے ہو کر جاتا ہے۔ استعماری قوم کا لفظ تخلیق کیا گیا، اور سب سے پہلے اسے پاکستان کے نظریے کی نفی کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ انسانوں کی غربت یا سرمایہ داری کی بات نہ کی گئی بلکہ کہا گیا کہ فلاں قوم نے تمہارے حقوق غصب کئے ہیں، خواہ اُس قوم کے ننانوے فیصد لوگ غربت و افلاس کی چکی میں ہی کیوں نہ پس رہے ہوں۔ وہ ظالم، حقوق غصب کرنے والی اور استعماری قوم بنا دی گئی۔ پھر جو گالی چاہے اُسے دے دو، جہاں چاہے مار دو، اور اگر ایک دفعہ نسل کی بنیاد پر تعصب شروع ہو جائے تو ہٹلر کی جنگِ عظیم کی طرح چھ کروڑ جانیں لے کر ہی ختم ہوتا ہے۔

اس مملکتِ خداداد پاکستان سے نفرت کا ایک اور اظہار یوں کیا جاتا تھا کہ یہ تو معاشی بنیادوں پر بنا تھا، مسلمان پس رہے تھے، قائداعظم تو سیکولر تھے، انگریزی لباس پہنتے تھے۔ جس شخص کے نظریے کی بنیاد پر لاکھوں لوگ شہید ہو جائیں، مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہو جائیں، ایک ملک پوری دنیا سے انوکھا تخلیق ہو جائے، اسے پینٹ کوٹ پہننے پر سیکولر بنا دیا گیا۔ اس طرح تو انگلینڈ میں مسلمان ہونے والے ایک لاکھ گورے سارے کے سارے سیکولر ہو گئے۔ اگر معاشی بنیاد پر تقسیم ہوتی تو کروڑوں شودر صدیوں سے ذلت و رسوائی اور بدترین انسانی سلوک کے ساتھ زندہ تھے، ان کا ملک پہلے بن جاتا۔ پھر کہا جاتا ہے، قائداعظم تو کیبنٹ مشن مان کر متحدہ ہندوستان میں رہنا چاہتے تھے۔ انہیں اندازہ نہیں کہ یہ میرے اللہ کا کرم تھا قائداعظم پر کہ انہیں توفیق دی گئی، ورنہ اس ملک کی تخلیق کا فیصلہ تو آسمانوں پر ہو چکا تھا۔ جس کی سب سے پہلی بشارت عاشقِ رسول ﷺ علامہ اقبال نے خطبہ الٰہ آباد میں دی تھی۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ملک بنانے کے لیے تحریک چلاؤ بلکہ ایک روحانی پیشین گوئی کی تھی کہ وہ علاقے جو ہندوستان میں ایک ساتھ ملحق ہیں اور جہاں مسلمان اکثریت سے ہیں ایک آزاد اسلامی ملک ان کا مقدر ہے۔ اس بشارت کے بعد ایک اور فقرہ کہا تھا کہ یہ ملک وسطی ایشیا کی محکوم ریاستوں کی آزادی کا باعث بنے گا۔ تاریخ نے یہ پیشین گوئی درست ثابت کی۔ اسی ملک نے روس سے جنگ کی، عظیم طاقت ٹوٹی اور مسلمانوں کی چھ ریاستیں آزاد ہوئیں۔

تاریخ اُٹھا کر دیکھیں، اس ملک کو جس نے بھی گزند پہنچانے کی کوشش کی اُس کا انجام میرے اللہ نے کیسے کیا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں تین لوگوں کا حصہ تھا۔ ان تینوں افراد کے خاندانوں تک کا انجام سب کے سامنے ہے۔ لیکن پھر بھی یہ دنیا کا واحد ملک ہے جس کے دانشور، مؤرخ، یہاں تک کہ سیاستدان روز یہ راگ الاپتے ہیں، یہ ملک نہیں بچ سکتا، ہمارے ساتھ ایسا کیا گیا تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انہیں اندازہ نہیں

کہ اس پوری دنیا میں اس ملک کا وجود اللہ کی غیرت و حمیت سے وابستہ ہے۔ یہ وہ خطہ ہے کہ جب اس کی تخلیق کا عمل شروع ہوا تھا تو اس علاقے کے تمام صاحبانِ نظر اور صوفیائے کرام اس تحریک کا ہراول دستہ تھے۔ ایک اور بات کی جاتی ہے کہ اگر یہ اللہ یا اسلام کے نام پر بنا تھا تو علماء اس کے مخالف کیوں تھے۔ کیا احمقانہ بات ہے۔ اس ملک میں اکثریت بریلوی مکتبہ فکر کی ہے، سارے کے سارے بریلوی علماء اور مشائخ قائداعظم کے ساتھ تھے، اہل حدیث ساتھ تھے، دیوبند سے شبیر احمد عثمانی اور ظفر اللہ انصاری ساتھ تھے۔ اگر یہ سب نہ بھی ہوتے تو مسلمان ساتھ تھے۔ سب کے سب سوائے چند دانشور اور مفکرین کے جو آج بھی اُٹھتے بیٹھتے سوچتے ہیں کہ ملک کب ٹوٹے گا۔

بھارت کے پنڈتوں نے کہا تھا کہ یہ ملک ستاروں کی گردش میں ہے اور اس کی وینس کی دشا 60 سال کے اندر اسے ختم کردے گی۔ ساٹھ سال گزر گئے۔ اب بھارت کے کسی جوتشی کی کتاب یا رسالہ اُٹھائیں، ان پر ایک خوف طاری ہے۔ وہ پیشین گوئیاں کرتے پھرتے ہیں کہ 2011ء کے آخر میں پاکستان کا ایک طاقتور دور شروع ہوگا اور بھارت کا زوال یہاں تک کہ 2013ء میں پاکستان بھارت پر کامیاب حملہ کردے گا۔ میں جوتش پر تو یقین نہیں رکھتا لیکن وہ جو جہانِ حیرت کے شناسا ہیں بتاتے ہیں کہ قضاو قدر کے فیصلے اپنی علامتوں سے نظر آرہے ہیں۔ یوں لگتا ہے اس مملکتِ خداداد پاکستان پر صفائی کا موسم آچکا ہے۔ یہ موسم ہر قوم پر اُس وقت آتا ہے جب حالات بدلنے والے ہوتے ہیں۔ وہ جنہیں اس مملکت کے وجود، اُس کے انوکھے نظریاتی پن سے نفرت ہے، انہوں نے اب منظر سے ہٹنا ہے۔ قوم جو اللہ سے رجوع نہیں کرتی تھی، ایسے عذاب میں مبتلا ہوگی کہ ہر کوئی پکار پکار کر اللہ کی مدد کا طالب ہو جائے گا۔ اب ایسا ہی ہوگا، ہر کوئی اُس کی نصرت چاہے گا، اُس سے گناہوں کی معافی طلب کرے گا اور میرا رحمٰن و رحیم تو معاف کرنے والا ہے۔ ایسے میں لوگوں کو وہ سب کچھ عطا ہو جاتا ہے جس کی وہ خواہش کریں، لیڈر بھی، امن و سکون بھی اور خوشحالی بھی، ابھی تو معاملہ شروع ہوا ہے۔ آپریشن کے آغاز ہی میں مریض کے مرنے کی باتیں کرنے والوں کو مایوسی ہوگی۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

خلافت فورم

☆ اگر آپ خلافت کے احیاء میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو کیا ماضی کی طرح خلیفہ تاحیات ہوگا؟
☆ نظام خلافت میں اپنائے گئے طرزِ حکومت میں شوریٰ کی کیا حیثیت ہوگی؟
☆ کیا شوریٰ مختلف علاقوں کی نمائندہ اور علاقائی طور پر چنیدہ ہوگی یا وہ خلیفہ کی نامزد کردہ ہوگی؟
☆ شوریٰ اور خلیفہ میں اختلاف ہوگیا تو اُس کا کیا حل ہوگا؟
☆ خلیفہ کے تاحیات ہونے کی صورت میں اگر خلیفہ دنیوی برائیوں میں ملوث ہو جاتا ہے اور عوام پر ظلم و ستم ڈھانے لگتا ہے، اگرچہ کفرِ بواح کا حکم نہیں دیتا تو اُس کو تبدیل کیا جا سکے گا یا نہیں؟

ان سوالات کے جوابات تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھئے

تجزیہ کار: **حافظ عاکف سعید** (امیر تنظیم اسلامی) میزبان: ایوب بیگ مرزا

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (حدیث)

رمضان المبارک کے موقع پر مکتبہ خدام القرآن لاہور کی خصوصی پیشکش

ترجمة القرآن (بزبان پنجابی)

12-DVDs میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ اور مختصر تشریح

مقرر:
مولانا رحمت اللہ بٹر
ناظم دعوت و تربیت تنظیم اسلامی پاکستان

رمضان المبارک اور عید الفطر کے موقع پر ''اپنوں'' کو
ترجمة القرآن DVD
کا بہترین تحفہ دیجئے

صرف 500 روپے میں

کوریئر چارجز 110 روپے
ڈاک سے منگوانے والے حضرات 610 روپے کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ درج ذیل ایڈریس پر ارسال فرمائیں

نوٹ: یہ پیشکش صرف عید الفطر تک ہے (اسٹاک محدود ہے)

مکتبہ خُدّام القُرآن قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501 (42-92) ای میل: maktaba@tanzeem.org

”کسی دکاں سے مگر زندگی نہیں ملتی“

لیلیے کے کینسر میں مبتلا ایک 28 سالہ ماں کا (جسے ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے دیا تھا) اپنے سوا سالہ بچے کے نام ایک منظوم خط

ارشاد عرشی ملک، اسلام آباد

اس ایک خط نے مجھے دیر تک رُلایا ہے
لباسِ شعر سے میں نے جسے سجایا ہے
میں سوچتی رہی عرشی، سلجھ نہ پائے گا
عجیب عقدہ ہے یہ اختیار و مجبوری
ہیں ہسپتال یو ایس اے کے ارفع و اعلیٰ
قدم قدم پہ دواؤں کی بھی دکانیں ہیں
کسی دکاں سے مگر زندگی نہیں ملتی
میں چاہتی ہوں کہ باتیں بہت کروں تجھ سے
سمجھ میں پر نہیں آتا کہ کیا کہوں تجھ سے
تو ہنس رہا ہے مری گود میں مرے بچے
میں تیرے لمس سے پاتی ہوں زندگی کی رمق
سرور دیتی ہے دل کو تری ہنسی کی کھنک

....

میں اس جہاں میں مہمان ہوں میرے بچے
خود اپنے بخت پہ حیران ہوں میرے بچے
یہ خط میں لکھ کے تیرے نام چھوڑ جاؤں گی
ابھی تو بات بھی میری سمجھ نہیں سکتا
کہ تیری عمر سوا سال ہے مرے بیٹے
ابھی تو دانت ترے منہ میں ہیں فقط چھ ہی
کہ چار دانت تو اوپر ہیں اور دو نیچے

....

مگر ہنسی تری ہر دل کو موہ لیتی ہے
نہیں ہے کوئی بھی تجھ سا حسین دنیا میں
تجھے میں پہروں بھی دیکھوں تو جی نہیں بھرتا
مگر میں تجھ کو بہت دن نہ دیکھ پاؤں گی
بہت ہی جلد اندھیروں میں ڈوب جاؤں گی
معالجوں نے کہا ہے کہ مجھ کو کینسر ہے
ہے لیلیے کا یہ کینسر، میں بچ نہ پاؤں گی
بہت ہی کرب کی حالت میں جی رہی ہوں میں
ہیں چند گھونٹ مری زندگی کے ساغر میں
ٹھہر ٹھہر کے ہر اک گھونٹ پی رہی ہوں میں

....

بہت سے لوگ ہیں گھر میں جو تجھ کو چاہیں گے
میں جانتی ہوں تیرے لاڈ بھی اُٹھائیں گے
مگر ہے ماں کی محبت کا ذائقہ ہی الگ
مزے ہزار ہوں لیکن ہے یہ مزہ ہی الگ
تُو پہلی سالگرہ پر تو میری گود میں تھا
نہ جانے دوسری پر کس کی گود میں ہوگا
میں چاہتی تھی کہ جیون کی رہ گزاروں میں
تُو تھام کر میری انگلی ذرا سا چل لیتا
بہت اتار چڑھاؤ ہیں راہ میں بیٹے!
یہ آرزو تھی مری تو ذرا سنبھل لیتا!

....

میں چاہتی تو بہت ہوں کہ دیکھ پاتی میں
وہ پہلا دن ترے اسکول کا، مرے بیٹے!
وہ ننھے منے ترے دوست، تیرے ہمجولی
میں لنچ بکس بناتی ترا محبت سے
نماز پڑھتے ہوئے تجھ کو دیکھ لیتی میں
تجھے دعائیں سکھاتی میں اور قرآں بھی
نہیں ہے میرے مقدر میں یہ خوشی لیکن

....

ذرا جو ہوش سنبھالے گا تُو، بڑا ہوگا
سبھی سے پوچھے گا ہر بات، میرے بارے میں
سُنے گا سب سے بڑے شوق سے مرے قصے
تجھے دکھائیں گے سب لوگ میری تصویریں
پڑھے گا تو میرے خط اور میری تحریریں
مگر کوئی بھی تجھے یہ بتا نہ پائے گا
کہ کتنا پیار تری ماں کو تجھ سے تھا بیٹے

....

یہ حسرتیں تھیں مری، اب نصیحتیں سُن لے
خدا کے سامنے تو روز و شب جھکا کرنا
بوقتِ سجدہ مرے واسطے دعا کرنا
میں تجھ کو سونپ رہی ہوں خدا کے ہاتھوں میں
جو ماں سے بڑھ کے مہربان ہے مرے بچے
اسی کا تجھ کو وفادار بن کر رہنا ہے
اُسی سے حالِ دلِ زار تو نے کہنا ہے
خوشی غمی میں وہی سائبان ہو تیرا
وہی حصار، وہی پاسبان ہو تیرا

....

مرے اُداس دکھی دل میں ہیں جو پوشیدہ
دعاؤں کے وہ خزانے تجھے مبارک ہوں
خدا کے قرب و محبت میں تو پلے بیٹے
سب آنے والے زمانے تجھے مبارک ہوں

(انتخاب: طارق شبیر)

ضرورت رشتہ

☆ واہ کینٹ میں رہائش پذیر سید گھرانے کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 28 سال، M.Phil عربی لیکچرار اور 27 سال، M.Phil کمرشل لاء کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ برسرِ روزگار رشتوں کی تلاش ہے۔ برائے رابطہ: 0334-8531071

☆ تنظیم اسلامی کراچی کے رفیق کو اپنے 26 سالہ بیٹے، تعلیم ایف اے، ذاتی کاروبار قد "1-'6 کے لیے کراچی کے اردو اسپیکنگ اور دیندار گھرانے سے ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-2706727

دعائے مغفرت کی درخواست

- حلقہ کراچی جنوبی کے ملتزم رفیق جناب نادر شاہ کی والدہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں
- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (ناظم آباد) کے رفیق جناب ظفر الاسلام نعمانی کے والد محترم رحلت فرما گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللّٰھم اغفرلھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتک وحاسبھما حسابًا یسیرًا

تنظیم اسلامی چشتیاں کے زیر اہتمام فہم قرآن کورس کا انعقاد

تنظیم اسلامی چشتیاں کے زیر اہتمام 5 تا 21 جون 17 روزہ فہم قرآن کورس منعقد کیا گیا۔ مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ پردے کا انتظام تھا۔ اسی کورس میں سورۃ النور، سورۃ الاحزاب اور سورۃ الحجرات کا مطالعہ کیا گیا۔ کورس میں مردوں کی اوسط حاضری 45 اور عورتوں کی اوسط حاضری 55 تھی۔ کورس کے انعقاد میں رفقاء تنظیم مرزا طاہر علی بٹ، محمد اشفاق شیخ اور بابا محمد رفیق نے خصوصی تعاون کیا۔ شرکاء میں مقامی تنظیم کے رفقاء کی تعداد کم تھی۔ آخری دن رفیق تنظیم محمد عمران نے سٹال بھی لگایا۔ مقامی آبادی کی طرف سے اس کورس کو بہت سراہا گیا۔ 35 افراد کی جانب سے تاثرات فارم موصول ہوئے۔ دوران کورس شرکاء میں تنظیمی لٹریچر اور جرائد مفت تقسیم کیے گئے۔ مدرس کے فرائض محمد امین نوشاہی (نقیب اسرہ عثمان غنی) نے انجام دیئے۔

(مرتب: محمد جاوید اقبال)

گوجر خان: ڈرون حملوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

25 جون 2011ء کو گوجر خان کی تنظیم شرقی و غربی نے شمالی وزیرستان میں ممکنہ فوجی آپریشن اور ڈرون حملوں کے خلاف مظاہرہ کیا، جس میں رفقاء اور عوام نے بھی شرکت کی۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم اسلامی گوجر خان غربی کے امیر پروفیسر ندیم مجید نے کہا کہ شمالی وزیرستان آپریشن اور ڈرون حملے ملکی سلامتی کے لیے خطرناک ہیں۔ یہ آپریشن وطن سے غداری کے مترادف ہوگا۔ آپریشن سے پورا ملک بدامنی و انتشار کی آگ کی لپیٹ میں آجائے گا، جو پہلے ہی جل رہا ہے، اور پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت دشوار ہو جائے گی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت امریکی صلیبی جنگ سے فی الفور علیحدگی اختیار کرے۔ ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار مشتاق حسین نے شرکاء سے خطاب کرتے ئے کہا کہ پاکستان کی حفاظت کے لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کی نصرت درکار ہے۔ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے امریکہ کے سامنے ڈٹ جانا چاہیے اور اُس کی ڈکٹیشن پر کسی بھی آپریشن سے انکار کر دینا چاہیے۔ مظاہرے میں ''پاکستان میں فوجی آپریشنز کی تاریخ اور نتائج'' کے موضوع پر ہینڈ بل بھی تقسیم کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان کاوشوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: رفیق تنظیم)

حلقہ لاہور کا ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

26 جون 2011ء کو حلقہ لاہور کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس مرتبہ یہ پروگرام مقامی تنظیم شیخوپورہ کے نواحی علاقے منصور آباد میں منعقد ہوا۔ پروگرام کی امارت کا بار غازی محمد وقاص کے کندھوں پر تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق رفقاء مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں جمع ہوئے، اکٹھے ناشتہ کیا۔ بعدازاں 30 رفقاء پر مشتمل یہ قافلہ شیخوپورہ کے لئے روانہ ہوا۔ منزل شیخوپورہ کے نواحی علاقے منصور آباد میں واقع خوب صورت مدرسہ ابوہریرہ تھا۔ وہاں پہنچنے کے فوراً بعد ہی تربیتی سیشن کا آغاز ہو گیا۔ غازی محمد وقاص کی ہدایت پر عظیم امام نے مجلس اور گفتگو کے آداب پر روشنی ڈالی اور بڑے دلنشین انداز میں ساتھیوں کو توجہ دلائی کہ وہ مجلس کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے پروگرام میں شریک ہوں۔

ان کے بعد تنظیم اسلامی شیخوپورہ کے امیر قیصر جمال فیاضی نے (جو ہمارے میزبان بھی تھے) سورۃ انفال کے پہلے اور آخری رکوع کی منتخب آیات کی روشنی میں درس قرآن دیا۔ جس میں سچے مومنوں کی صفات اور ایمان کے بڑھنے کی کیفیات بیان کی گئیں۔ نیز ایک رفیق نے غزوۂ خندق پر گفتگو کی۔ آفتاب الرحمٰن خان نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے چند احادیث کی دلنشین انداز میں وضاحت کی، جن میں سے ایک میں نبی ﷺ نے قرآن کی فضیلت بیان کی اور آپؐ نے ان لوگوں کو اپنا بھائی کہا جو بعد میں ایمان لائیں گے، آپؐ کو آخری نبی مانیں گے اور آپؐ کی مدد کریں، یعنی آپؐ کے مشن کو آگے بڑھانے اور دین کو غالب کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہوں گے۔ درس حدیث میں کہا گیا کہ عالم کو عابد پر کئی درجہ فضیلت حاصل ہے۔ نیز علم دین حاصل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ درس حدیث کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد ساتھی گشت پر روانہ ہوئے، جس میں اہل علاقہ کو ظہر کے بعد ہونے والے خطاب میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

ظہر کی نماز کے بعد غازی محمد وقاص نے مسجد شیر ربانی میں ''سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں موجودہ مسائل کا حل'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ جس میں لگ بھگ 60 افراد نے شرکت کی۔ انہوں نے کہا کہ آج قوم کی اکثریت معاشی، معاشرتی، سیاسی طور پر دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس وقت دین محمدی ﷺ کو سمجھنے اور مضبوطی سے پکڑنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے کفر و شرک کے اندھیروں میں پڑی ہوئی قوم کو روشنیوں کا راستہ دکھایا اور فقط 23 سال کے عرصے میں انقلاب برپا کر دیا۔ ہمیں بھی سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں کافرانہ نظام کو تبدیل کرنے کے لئے زندگیاں کھپانی ہوں گی، تاکہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوسکیں۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ کچھ دیر آرام کے بعد جب دوبارہ پروگرام شروع ہوا تو غازی محمد وقاص نے ''فرائض دینی کے جامع تصور'' پر تفصیلی اور دلچسپ مذاکرہ کرایا۔ انہوں نے بڑی عمدگی سے رفقاء کو فرائض دینی کے تمام مراحل یاد کروائے۔ بعدازاں رفقاء نے ایک روزہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے تجاویز دیں۔ اخلاق احمد فاروقی نے درس حدیث دیا۔

اس پروگرام میں مقامی تنظیم کے رفقاء اور خاص طور پر مدرسہ ابوہریرہ کے طلبہ اور ڈاکٹر نواز نے بھرپور انداز میں میزبانی کی۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد تمام رفقاء واپس لاہور روانہ ہوگئے۔

(مرتب: مدثر اقبال)

کتابچہ ''خلاصۂ تعلیمات قرآن'' کی فراہمی

رمضان المبارک میں لوگ نماز تراویح میں شریک ہوکر قرآن مجید سنتے ہیں۔ چونکہ تقریباً سارے ہی نمازی عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لئے صرف آیات کی سماعت کا ثواب ہی لے سکتے ہیں۔ مگر آیات کے ذریعہ پیغام الٰہی سمجھنے سے محروم رہتے ہیں۔ اس خامی کو دور کرنے کے لئے تراویح شروع کرنے سے قبل اگر نماز میں پڑھی جانے والی آیات کے مضامین کا خلاصہ دس بارہ منٹ میں بیان کر دیا جائے تو نمازی حضرات قرآن کے پیغام سے کسی قدر واقف ہوجائیں گے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کی خاطر ادارہ تحریر ندائے خلافت کے رکن پروفیسر محمد یونس جنجوعہ صاحب نے ایک کتابچہ تیار کیا ہے، جس میں روزانہ نماز تراویح میں پڑھی جانے والی آیات کا خلاصۂ مطلب تحریر کر دیا گیا ہے، تاکہ مسجد کے امام صاحب یا کوئی دوسرا شخص نماز تراویح سے قبل اسے پڑھ کر سنا دے۔

اس کتابچے کی تقسیم کے مطابق رمضان کی پہلی 16 راتوں میں سوا پارہ روزانہ، بعد کی 9 راتوں میں ایک پارہ روزانہ اور 26 ویں، 27 ویں رات کو بالترتیب آخری پارے کا نصف اول اور نصف ثانی پڑھا جائے گا اور 27 ویں شب کو قرآن ختم کر لیا جائے گا۔ اگر اس پروگرام پر عمل کر لیا جائے تو حاضرین رمضان المبارک کے دوران دین اسلام کے تمام اہم احکام سے واقف ہوجائیں گے جو قرآن مجید میں دیئے گئے ہیں۔ فھو المطلوب

96 صفحات کا یہ کتابچہ مؤلف سے درج ذیل پتہ پر دستیاب ہے

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
قرآن اکیڈمی
36 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

شیخوپورہ میں یہ کتابچہ زینب ہسپتال (بالمقابل گورنمنٹ گرلز ہائی سکول نمبر ا) کی فارمیسی سے بھی مل سکتا ہے۔

(کتابچہ بذریعہ ڈاک نہیں بھیجا جائے گا۔ خواہشمند حضرات درج بالا پتے پر آ کر دستی لے جائیں)

Owais Ahmed

A SPEECH OF SORTS

NETANYAHU'S COUP

So, the politicians have had their say. After a bellyful of speeches by Obama that seemed to have convinced no one but himself (which is only what he is good at) and an incredible frog leap from pro-Palestinian back to the puppet, dancing to the Israeli tunes sung by the AIPAC (elections round the corner, to remind you) we find that the moribund "peace process" has inched backwards. After that staged showdown between Obama and Netanyahu, the former has blinked first yet again wavering from his resolve to "fully back" the Palestinians.

Indeed, I wonder whether it was staged just to demoralize the Palestinians into believing that their quest for an independent state is useless without even the American support. Let's not launch in to another tirade against Obama and his policies (helpless that he already is). Indeed, he has taken a significant step forward simply by trying to look into Netanyahu's eye.

Even though this peace process and another state visit ends in an all too familiar atmosphere of "special friendship" and "concern for one another", it is imperative for us Muslims to draw some important conclusions from these latest events. Despite the public storm that it has been facing from the world off late, Israel continues to throw its weight around using the U.S.

Imagine a small, fragile state about 70 years back and now the power it wields. No one, not even countries with huge manpower such as China, is able to command such influence. The Israelis have craftily integrated themselves into the American society to such an extent that they control the American administration like the brain controls the body. The Israelis control all funds, research --- everything --- so that they control all the end-products of the hard work and the billions spent on research and the Israelis take it all away in "research exchanges". Without a doubt, it has worked for them.

What should be noted is how all this came about to be this way. Initially the Israeli millionaires utilized so effectively that they not only control the government but also the media (newspapers, news channels, etc.) that can easily convert night into day and evil into good. Such are the powers at their disposals. Contrast that to the wealth-laden, oil-rich but totally unassuming spendthrifts of the Arab world who can only throw huge parties and 'safely' deposit wealth in Swiss bank accounts only to keep it at their disposal and get it impounded in case they go against their Western masters.

Ultimately, those who control the cash flow are the ones who control everyone from the media to the military.

The Muslims only have themselves to blame for their predicament. The Arabs control the most important weapon: oil. That is why America tries to control the region using Israel (or maybe the other way around), scare tactics, fear factor of Iran, etc. or direct military intervention as in Iraq and providing "protection" to Arab states by establishing huge military bases in the Gulf region.

What the Arabs need to realise is that if they want a say in any of the world matters, they have to utilize their God-gifted resources at their disposal along with the money that it brings in order to get what we all want to get: freedom --- A world free of Israel and tyrants of their type.

(*Courtesy: "Radiance Viewsweekly"*)

بانیٔ تنظیمِ اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعیٔ رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورۂ ترجمۃ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان
بیان القرآن
حصہ اول: صفحات: 520، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات: 321، قیمت 400 روپے
حصہ سوم: صفحات: 331، قیمت 400 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے
حقیقت و اقسامِ شرک
قیمت اشاعت عام: 50 روپے، خاص: 90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم
منہج انقلابِ نبویؐ
مجلد: 400 روپے غیر مجلد: 200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان
نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت
اشاعت خاص: 40 روپے، عام: 30 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
دینی فرائض کا جامع تصور
اشاعت خاص 25 روپے، عام 15 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیقی و فکری تصنیف
حقیقتِ ایمان
اشاعت خاص: 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں
راہِ نجات
اشاعت خاص: 45 روپے عام: 30 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
عید الاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی
اشاعت خاص 35 روپے، عام 20 روپے

اُمتِ مُسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل
اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت
مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ
بصائر
صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

تحریک پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر،
اسلامیان پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر
اسلام اور پاکستان
اشاعت خاص: 60 روپے

برعظیم پاک و ہند میں
اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل
اور اس سے انحراف کی راہیں
اعلیٰ ایڈیشن: 50 روپے

دعوتِ رجوع اِلی القرآن کی اساسی اور مقبولِ عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے
مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
اشاعت خاص: 45 روپے، عام: 25 روپے

سابقہ اور موجودہ
مسلمان اُمتوں کا ماضی حال اور مستقبل
اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری
اشاعت خاص 100 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ
اسلام میں عورت کا مقام
اشاعت خاص: 100 روپے، عام: 60 روپے

مفصل فہرست طلب کیجیے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 3-042-35869501